تیسرا ایڈیشن

قاتلانِ حسینؑ کا انجام

مصنفہ

عالیجناب سید العلماء مولانا مولوی سید علی نقی صاحب قبلہ

مجتہد العصر مدظلہ

Presented by Ziaraat.Com

امامیہ مشن لکھنؤ کی پہلی دینی خدمت

کا تیسرا دور

پروردگار عالم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس نے بحق محمدؐ و آل محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین ہماری اس دینی خدمت کو قبول فرما لیا اور اس رسالہ کی ایک ہزار جلدیں جو پہلی مرتبہ شایع کی گئی تھیں ایک ماہ کے اندر ختم ہو گئیں اور پھر دوسرا ایڈیشن بھی چند مہینہ کی مدت میں ختم ہوا اور اب ہم بحمد اللہ اسکا تیسرا ایڈیشن قوم کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔

اس مرتبہ جناب مصنف علام مد ظلہ العالی نے چند مطالب کا اضافہ فرما دیا نیز بعض غلط فہمیوں کا مزید ازالہ فرما دیا ہے جس سے مخالفین کی اُس حرکت مذبوحی کا بھی قلع قمع کر دیا گیا ہے جو دوسرے ایڈیشن کی اشاعت کے بعد عمل میں لائی گئی تھی۔ ہمکو قوی امید ہے کہ ہمدردان قوم اس ایڈیشن کو بھی زائد سے زائد تعداد میں خرید فرما کر غیر شیعہ حضرات میں مفت تقسیم فرما دینگے اور عند اللہ و عند الرسول ماجور ہوتے ہوئے ہماری ہمت افزائی کا سبب ہونگے

اس مرتبہ ہم پھر عامۂ اہل اسلام کو توجہ دلاتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ وہ اس موضوع کا پورے سکون و اطمینان کے ساتھ غور کر کے صحیح رائے قائم کرنے کی کوشش فرماوینگے۔

خادم ملت
سید ابن حسین عفی عنہ آنریری سکریٹری امامیہ مشن حسین آباد لکھنؤ
ذی القعدہ ۱۳۵۱ھ

Presented by Ziaraat.Com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وللہ الحمد والصلوٰۃ علی نبیہ وآلہ

تمہید:۔ کہنے کو قاتلانِ حسینؑ مسلمان تھے اور اسی بناء پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ اسلام کے کس فرقے سے تعلق رکھتے ہیں لیکن تاریخی واقعات اس حقیقت کو بالکل بے نقاب کر دیتے ہیں کہ درحقیقت وہ نام نہاد مسلمان اسلام سے دور کا بھی علاقہ نہ رکھتے تھے۔

مذہب اُنکی نظر میں ایک خودساختہ گھروندا اور دین و ایمان زاہد فریب بیکار کا ڈھکوسلا تھا، وہ دنیاوی جاہ و ثروت اور مادی ترقی و کامیابی کے آگے کسی دوسرے عالم اور اس عالم کی جزا و سزا کا اقرار کرنا تو درکنار اسکا خیال بھی ذہن میں نہ لاتے تھے۔ لامذہبی اُنکا حقیقی مذہب اور بے دینی اُن کا دین و آئین تھی جسکے مظاہرات بھی حسب موقع اُن سے ہوجایا کرتے تھے اور انہی مظاہرات کو تاریخ نے امانتداری کے ساتھ ہم تک پہونچا کر ہم کو اُنکے باطنی نیتوں پر حکم لگانیکا موقع دیدیا ہے قتل حسینؑ کا اصلی بانی یزید بن معاویہ ہے جس نے کفر و الحاد اور لامذہبی میراث میں پائی تھی اور اس کا اثر تھا جو جاہلیت و اسلام میں برابر ظاہر ہوتا رہا۔

ابوسفیان جسکے ہاتھوں اسلام کو اپنے ابتدائی و وسطی دور میں سخت مصائب اور خطرناک مواقع کا مقابلہ کرنا پڑا تھا اور بدر و احد و احزاب صرف اُسی کی عداوت

اسلام کے کرشمے تھے وہ اگرچہ فتح مکہ کے موقع پر رسول اسلام کے قدرتی جاہ وجلال سے مرعوب ہوکر سر تسلیم خم کر چکا تھا لیکن کفر وشرک نفاق کی صورت میں ہوکر اسکے دل میں ہمیشہ مضمر رہا اور مصلحت وقت کے باعث اس کو چھپائے رکھنے کی کوشش کے باوجود وہ اکثر مواقع پر سامنے بھی آتا رہا یہانتک کہ جنگ یرموک میں جبکہ مسلمانوں کا مقابلہ سلطنت روم کے لشکر سے تھا اور معرکہ کارزار گرم تھا اسوقت ابوسفیان دور سے کھڑا ہوا تماشا دیکھ رہا تھا جب رومیوں کو غلبہ حاصل ہوتے ہوئے نظر آتا تھا تو کہتا تھا۔

"ایہ بنی الاصفر" یعنی شاباش اے ملک روم کے بہادرو اور جب مسلمانوں کو در القوت ہوتی تھی تو ابوسفیان کی زبان سے حسرت ویاس کے ساتھ یہ شعر نکلتا تھا

وبنو الاصفر الملوک ملوک ۔۔۔ الروم لم یبق منھم من ذکور

ہائے افسوس کہ سلطنت روم کے پرشوکت بادشاہوں کا نام مٹتے ہوئے نظر آ رہا ہے

عبداللہ بن زبیر نے اس واقعہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اپنے باپ زبیر سے بیان کیا اسوقت کہ جب مسلمانوں کو کامل طور پر فتح حاصل ہوچکی تھی تو زبیر نے کہا قاتلہ اللہ یابی الا نفاقا اوسنا خیر الہ من بنی الاصفر خدا اس سے سمجھے یہ نفاق سے باز نہ آئے گا کیا ہم اسکے لئے رومیوں سے بہتر نہیں ہیں

(دیکھو استیعاب ابن عبدالبر)

اور جب مسلمانوں کی خلافت تیسرے دور میں بنی امیہ تک پہونچی اور حضرت عثمان

Presented by Ziaraat.Com

خلیفہ بنائے گئے اس وقت ابوسفیان بہ عمر کے انتہائی دور مین تھے اور آنکھون سے
بھی معذور ہو چکا تھا یہ خبر سنکر عثمان کے پاس آیا اور کہا کہ مدت کے بعد اب خلافت
تم تک پہونچی ہی۔ اس کو تم گیند کی طرح جدھر چاہو گردش دو اور بنی امیہ کے ذریعے
اسکی بنیادون کو مضبوط کرو اس لئے کہ جو کچھ ہے وہ یہی دنیاوی سلطنت رہ گیا
جنت و دوزخ اس کو تو مین کچھ سمجھتا نہین۔ یہ واقعہ بھی ابن عبدالبر کی کتاب
استیعاب مین جو مصر کے بعد خاص طور پر حیدرآباد مین طبع کی گئی ہے موجود ہے
ان دونون تاریخی واقعون سے ابوسفیان کے اسلام کی حقیقت کھلجاتی ہی اور
معلوم ہوتا ہے کہ سینہ کی ہڈیون کے اندر کفر و الحاد کے کیسے جراثیم پرورش پا رہے تھے

اسی ابوسفیان کے خلیفہ و جانشین حضرت معاویہ تھے جن کے متعلق زبان کھولنے
کے لئے بہت بڑی جرأت کی ضرورت ہے اسلئے کہ عام مسلمانون نے انھین بڑھا چڑھا کر
بڑے مرتبون پر پہونچا دیا ہے لیکن مورخین اہل سنت مبارکباد کے مستحق ہین کہ انھون نے
اکثر واقعات کے اظہار مین کسی ذاتی رجحان اور خارجی دباؤ کا اثر نہین لیا ہے بلکہ
حقائق کو اصلی صورت مین پیش کر دیا ہے اگرچہ وہ خود انہی مین سے کسی کے مسلمہ
عقیدہ کو ملیامیٹ کر دین۔ معاویہ کی نظر مین مذہب کی وقعت جتنی تھی وہ اس واقعہ
سے ظاہر ہے کہ حتات مجاشعی اور جاریہ بن قدامہ اور احنف یہ تینون شخص
امیر معاویہ کے دربار مین حاضر ہوئے معاویہ نے جاریہ و احنف کو حتات سے
زیادہ جائزہ عطا کیا جس پر حتات نے آکر شکایت کی کہ آپ نے فلان دو شخصون کو

میرے اوپر ترجیح دی اور اُنکا مجھ سے زیادہ لحاظ کیا، معاویہ نے جواب دیا کہ اُن سے مین نے اُنکا دین ومذہب مول لے لیا ہے، عقات نے کہا پھر مجھ سے بھی میرا دین خرید لیجئے (ملاحظہ ہو استیعاب مطبوعۂ دائرۃ المعارف حیدرآباد جلد اول صفحہ ۴۵ و اسد الغابہ ابن اثیر جزری ج ۱ ص ۳۷۹)

اسی نوعیت کا واقعہ ابن اثیر جزری نے کامل التواریخ مین لکھا ہے کہ مغیرہ بن شعبہ نے بصرہ سے دس آدمیون کو ۳۰ ہزار درہم رشوت کے ساتھ یزید کی ولیعہدی پر راضی کر کے اپنے بیٹے موسی بن مغیرہ کی معیت مین معاویہ کے پاس بھیجا اور اُن لوگون نے معاویہ کے سامنے یزید کی جانشینی پر اظہار مسرت کیا، اس وقت معاویہ نے آہستہ سے موسی بن مغیرہ سے پوچھا کہ سچ بتا کتنے کو تیرے باپ نے ان لوگون سے اُنکے دین وایمان کو خریدا ہے، موسیٰ نے کہا کہ تیس ہزار درہم کو۔

اِن دونون واقعون سے صاف ظاہر ہے کہ دین ومذہب کی ان نظرون مین کوئی وقعت نہ تھی اور روپیہ اشرفیون یا صرف ظاہری آؤبھگت پر لوگون سے انکے دین وآئین کو خرید کر لامذہبیت کو رواج دیا جا رہا تھا،

اسلام کا مشہور ومعروف مسلم الثبوت مورخ اور امام فن محمد بن جریر طبری اپنی تاریخ مین سنہ ۶۰ھ کے واقعات لکھتے ہوئے رقمطراز ہے کہ عمر عاص اہل مصر کی ایک جماعت کے ساتھ معاویہ کے پاس دار الخلافہ شام باریابی کے لئے آیا۔

(یہ وہ زمانہ تھا کہ عمرو عاص معاویہ سے کسی حد تک برسر پرخاش تھا) اس نے

Presented by Ziaraat.Com

ان لوگون کو سکھلا دیا کہ دیکھو جب تم معاویہ کے دربار مین جانا تو اُسے خلیفہ کہکر سلام نہ کرنا اور جہانتک ممکن ہو اس سے حقارت کے ساتھ بات کرنا، اسکی وجہ سے تمھاری ہیبت اُسکے دل پر قائم ہوگی۔ معاویہ کو جب ان لوگون کے پہونچنے کی اطلاع ہوئی وہ اپنی ذہانت سے عمر عاص کی سازش کو تاڑ گئے اور دربانون سے کہا کہ میری سمجھ مین یہ آتا ہے کہ نابغہ کے لڑکے (عمر عاص) نے ان لوگون کی نظر میں میری منزلت کو گھٹا دیا ہوگا لہذا تم خیال رکھو جب یہ لوگ آئین تو ان کے ساتھ انتہائی سختی کرنا یہانتک کہ ہر شخص کو ان مین سے یقین ہو جائے کہ اُسکی جان کی خیر نہیں۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ سب سے پہلے جو شخص معاویہ کے سامنے دربار مین حاضر ہوا وہ یون آداب بجا لایا کہ السلام علیك یا رسول الله بس پھر کیا تھا سب نے اُسی کی موافقت کی اور جو آیا اُس نے معاویہ کو رسول الله کہکر سلام کیا (تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۸۴ مصر)[ع۵]

ع۵ اس روایت کے تتمہ مین حسب ذیل عبارت بھی موجود ہے قال ولبس معاویۃ یوماً عمامته الحرقانیة واکتحل وکان من اجمل الناس اذا فعل ذلك شك عبد الله فیه سمعه او لم یسمعه۔ معاویہ نے ایک روز اپنا عمامہ حرقانیہ پہنا اور سرمہ لگایا اور وہ جب ایسا کر دیتے تھے تو اُنکے حسن وجمال کی انتہا نہ رہتی تھی۔ عبد اللہ کو اس مین شک ہے کہ اس کو سنا تھا یا نہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

ایک خوش عقیدہ مسلمان کو اس واقعہ سے حیرت و تعجب کی انتہا نہین رہ سکتی
اسلامی دربار مین خلیفۂ وقت کو رسول اللہ کہکر سلام لیا جائے اور ان لوگون کو سزا تو
درکنار معمولی سی تنبیہ بھی نہ کی جائے، اس سے ضمیر کا پتہ صاف چلتا ہے اور حقیقی
مقصد واضح ہوجاتا ہے۔

خود حاکم وقت کو جانے دو، دمشق کے بھرے ہوئے دربار مین کسی ایک شخص کا
بھی اس واقعہ پر چین بجبین ہونا تاریخ مین نظر نہین آتا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ
اسوقت اسلامی جذبات اور مذہبی احساسات کس درجہ فنا ہوچکے تھے۔

رسالتمآبؐ کی عظمت عوام کی نظرون مین خلیفۃ المسلمین سے زیادہ بھی جب کہ

(بقیہ مضمون صفحۂ سابق) وہ لوگ جو حضرت معاویہ کے ہر طرز عمل کی حمایت کرنا
اور انکی ہر بات کو بنانا، چاہے وہ کتنی ہی غیر قابل تاویل ہو اپنا وتیرۂ منصبی سمجھتے
ہین انھین کوئی تعجب نہین ہو کہ اس عبارت کے آخری فقرہ کے اندر ڈوبتے مین
تنکے کا سہارا مل جائے اور فوراً شك عبد اللہ فیہ سمعہ او لم یسمعہ کے معنی
یہ کہدین کہ "اس روایت کا راوی عبد اللہ شک کرتا ہو کہ حضرت معاویہ نے اس لفظ
کو سنا یا نہین سنا"

لیکن افسوس ہو کہ روایت پر شروع سے آخر تک ایک چھلتی ہوئی نظر بھی ڈالی
جائے اس خیال کو بے بنیاد ثابت کردیتی ہو۔ حدثنی عبد اللہ بن احمد قال

Presented by Ziaraat.Com

اس واقعہ سے ظاہر ہے جسکو ابو حاتم سہل بن عثمان سجستانی بصری متوفی ۲۵۵ھ
نے اپنی کتاب معمرین میں جو مصر کے مطبع سعادت میں ۱۳۲۳ھ میں شایع ہوئی ہے
درج کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ معاویہ کو اشتیاق پیدا ہوا ایک ایسے شخص سے ملنے کا جسکی
عمر بہت زیادہ طولانی ہو اور وہ اس سے زمانۂ قدیم کے حالات دریافت کریں لوگوں
نے حضرموت کے ایک شخص کا پتہ دیا جس کا نام امد بن ابد تھا اور اسکی عمر تین سو سا
برس کی ہو چکی تھی۔ اثنائے گفتگو میں معاویہ نے اس سے دریافت کیا کہ تم نے ہاشم کو
دیکھا ہے؟ اس نے کہا ہاں میں نے انکی زیارت کی ہے بہت شاندار بلند بالا خوبصورت
شخص تھے پوچھا امیہ کو بھی دیکھا ہے؟ کہا کہ ہاں ایک پست قامت اندھا آدمی تھا جسکے

(بقیہ مضمون صفحہ سابق) حدثنی ابی قال حدثنی سلیمان قال قرأت علی عبد اللہ عن
فلیح قال اخبرت۔

اس سلسلہ سے صاف ظاہر ہے کہ عبد اللہ ابتدائی راوی ہے یا وسطی بلحاظ سند کے بیچ
میں واقع ہوتا ہے اور وہ موقع واردات پر موجود نہ تھا اور واقعہ اسکا چشم دید نہیں تھا
بلکہ اس تک واقعہ کی خبر دو راویوں کے واسطہ سے پہونچی ہے لیکن صورت حال کی بنا پر
یہ شک کرنا کہ حضرت معاویہ نے سنا تھا یا نہیں اس راوی کا حق ہے جو واقعہ کا دیکھنے والا
اور موقع پر موجود تھا وہ اگر اس شک کا اظہار کرتا کہ حضرت معاویہ نے سنا یا نہیں تو واقعہ
میں شاید کچھ ابہام پیدا بھی ہو جاتا لیکن اس نے تو بہت صفائی کے ساتھ اصلی واقعہ کو

Presented by Ziaraat.Com

چہرہ سے شرارت ظاہر ہوتی تھی۔ معاویہ نے کہا کہ تو نے محمد کو بھی دیکھا ہے؟ اس نے
ان معمولی لفظوں میں ایک مسلمان سے حضرت کا نام سنکر متعجبانہ انداز سے پوچھا
محمد کون؟ کہا وہی رسول خدا۔ یہ سنکر اس نے کہا کہ وائے ہو تم پر تم نے پہلے ہی
انکا اس طرح احترام کے ساتھ نام کیوں نہ لیا جس کا خدا نے انھیں مستحق بنایا ہے؟
یوں کیوں نہ کہا کہ تو نے رسول اللہ کو دیکھا ہے؟ یہ واقعہ ابن اثیر جزری کی
اسد الغابہ (ج ۱ صہ ۱۱۱) میں بھی موجود ہے۔

اس سے زیادہ شرمناک اور تعجب خیز واقعہ وہ ہے جس کو زبیر بن بکار نے موفقیات
میں درج کیا ہے یہ زبیر محدثین اہل سنت میں بلند پایہ شخص اور صحاح ستہ کے

(بقیہ مضمون صفحہ سابق) نقل کیا ہے جس میں کسی شک و شبہہ کا اظہار نہیں ہے اب کئی طبقوں
کے بعد کا جو راوی ہے وہ یہ کہے کہ مجھ کو شک ہے حضرت معاویہ نے سنا تھا یا نہیں تو کہاں تک
قابل قبول ہو سکتا ہے۔

درحقیقت شك فيه سمعه او لم يسمعه کے یہ معنی قرار دینا بالکل اصول تکلم اور
آئین گفتگو کے خلاف اور سراسر غلط ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ گذشتہ روایت کے ختم ہونے کے
بعد جو مسلم حیثیت رکھتی تھی قال کے مستقل عنوان سے راوی نے کچھ اور باتیں حضرت
معاویہ کی نقل کی ہیں اور وہ یہ کہ حضرت معاویہ نے ایک دن اپنا عمامہ خرقانیہ باندھا
اور یہ کہ جب وہ ایسا کرتے تھے تو انتہائی حسین معلوم ہوتے تھے۔ اس ٹکڑے سے مستثنیٰ

رواۃ مین سے ہی وہ لکھتا ہے کہ مطرف بن مغیرہ بن شعبہ ناقل ہے کہ مین اپنے باپ
مغیرہ کے ساتھ دمشق امیر معاویہ کی خدمت مین باریاب ہونے کے لیئے گیا مغیرہ
شاہی مہمان ہوئے اور روز معاویہ کے دربار مین جاتے اور جب واپس ہوتے تو معاویہ
کے عقل و فراست اور تدبر و دور اندیشی کی تعریفین کرتے تھے ایک مرتبہ رات
کو جو واپس ہوئے تو کھانے سے انکار کردیا اور محزون و مغموم سر جھکا کر بیٹھ گئے مین نے
کچھ دیر انتظار کیا کہ یہ خود بولین مگر اُنھون نے کچھ نہ کہا تو مین نے خود دریافت کیا کہ آج
آپ کے مغموم ہونے کی کیا جہت ہے؟ کہا بیٹا کیا تبلاؤن مین ایک ایسے شخص کے پاس
سے آرہا ہون جو کفر و خباثت مین دنیا بھر سے زیادہ ہی۔ مین نے متعجب ہوکر پوچھا کہ یہ کیا

(بقیہ مضمون صفحۂ سابق) راوی عبداللہ کو شک ہے کہ یہ بھی اُنھون نے (یعنی عبداللہ نے)
اپنے سے واقعہ کے بیان کرنیوالے راوی (اپنے باپ یا فلیح) کی زبانی سنا یا تھا یا انھیں اصل
روایت سے کوئی تعلق نہین ہی۔ اگر ایسا بھی ہو کہ یہ فقرہ راوی کا اصل واقعہ سے تعلق رکھتا
ہے تو بھی وہ حقیقۃً راوی کے حسن ظن اور خوش عقیدگی کا نتیجہ ہی کہ وہ کبھی حضرت معاویہ
کی نسبت یقینی طور پر اس امر کو باور نہین کرنا چاہتا کہ اُنھون نے ایسا سنا ہو اور سکوت کیا
ہو اسلیے وہ اس امر کو مشتبہ قرار دیدیتا ہی کہ حضرت معاویہ نے اس لفظ کو سنا ہی۔
اس سے معلوم ہوتا ہی کہ راوی حقیقۃً اہل سنت و جماعت مین سے اور امیر معاویہ
کے ساتھ کامل عقیدت مندی رکھتا تھا۔ اگر اصل واقعہ مین کسی قسم کی کمزوری پائی جاتی تو

Presented by Ziaraat.Com

کہا کہ آج تنہائی میں میں نے کہا کہ اے امیر المومنین اب آپکی کافی عمر ہو چکی ہے بہتر ہے کہ آپ عدل و احسان کو کام میں لائیں اور کتنا اچھا ہے کہ اب آپ اپنے رشتہ دار بنی ہاشم کی طرف بھی توجہ کیجئے اور اُن کے ساتھ صلہ رحم فرمائیے کیونکہ اب اُنکے پاس کوئی ایسا سامان نہیں رہا ہے جس سے آپ کو کچھ اندیشہ ہو اس طرح آپکا ذکر جمیل اور اجر و ثواب دنیا و آخرت میں باقی رہ جائیگا۔

یہ سنکر معاویہ بیتاب ہو گئے۔ کہا کہ ہیہات ہیہات مجھکو کس ذکر جمیل کی امید ہو سکتی ہے کہ جو باقی رہے، قبیلہ تیم کے خلیفہ (ابوبکر) نے سلطنت کی اور کیسے کیسے کام کئے اور کس طرح عدالت کی بجز کیا ہوا سوائے اسکے کہ جب وقت آئی تو انکا نام بھی

(بقیہ مضمون صفحہ سابق) وہ یقیناً اُسی کا انکار کر دیتا اور خود بیان نہ کرتا لیکن چونکہ اصل امر ناقابل انکار تھا اسلئے اُس نے اُسکی تاویل میں اپنی خوش عقیدگی کا مظاہرہ کیا ہے اور یہ امر طے شدہ ہے کہ راوی کے اقوال بحیثیت راوی اُسی حد تک معتبر ہیں کہ جہاں تک وہ بیان واقعہ سے تعلق رکھتے ہوں نہ اسکے ذاتی خیالات۔

واقعہ ایک ایسے عقیدت مند راوی کا بیان کردہ سامنے موجود ہے اس سے نتیجہ نکالنا ہر بابصیرت انسان کا خود کام ہے اگر درایت کوئی چیز ہے اور واقعات کے ساتھ قرائن کا انضمام کچھ بتلایا کرتا ہے تو اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ راوی کا یہ شک کہ امیر معاویہ نے سنا بھی تھا یا نہیں بالکل بے موقع اور ناقابل اعتبار ہے مصبر و سکون کے ساتھ روایت کا

Presented by Ziaraat.Com

مردہ ہوگیا اور سوائے اسکے کہ لوگ ابن حضرت ابوبکر" اور کوئی اثر نہ چھوڑا پھر مسیلمہ
عدی سے خلیفہ عمر نے سلطنت کی اور دس برس کی عرق ریزی اور جانفشانی سے
کار ہائے نمایاں انجام دیئے اونکا انجام بھی یہی ہوا کہ وہ خود مردہ ہوگئے اور ان کا نام بھی
مردہ ہوگیا سوا اسکے کہ لوگ کہدیں حضرت عمر لیکن یا ابن ابی کبشہ (یہ وہ نام ہے جس سے
کفار قریش حضرت رسولؐ کو یاد کیا کرتے تھے) روزانہ پانچ دفعہ اذان میں اس کا
نام اس طرح پکارا جاتا ہے کہ اشہد ان محمدا رسول اللہ بھلا اب مجھ کو لئے بس
کار نمایاں کے بقا کی امید ہو اور کون سا نام ہے باقی رہ سکتا ہے بجز کچھ بھی ہمیں آخر
انجام زمین میں دفن ہونا ہے اور بس (نصائح کافیہ محمد بن عقیل حضرمی ص ۹۳)

(بقیہ مضمون صفحہ سابق) ایک نظر پھر مطالعہ کرو اور اسکے بعد فیصلہ کرو۔ مصری جماعت کے دربار
کے موقع پر عمرو عاص اسکی کوشش کرتا ہے کہ یہ لوگ معاویہ کو خلیفہ کہکر سلام کریں حضرت معاویہ
کو بھی اس سازش کا اپنی ذاتی فراست کی بنا پر یا کسی اور ذریعہ سے پتہ چلجاتا ہے۔ چنانچہ
وہ پیش بندی کے طور پر انتظامات کرتے ہیں کہ مصری جماعت کے ساتھ انتہائی سختی کی جائے
جس کے رعب میں آکر وہ عمرو عاص کی سازش پر عمل نہ کر سکیں۔ اس صورت حال کا فطری
لازمہ یہ ہو کہ جب وہ لوگ معاویہ کے سامنے آئیں تو حضرت معاویہ کی تمام تر توجہ اس کی طرف
مبذول ہو کہ دیکھوں یہ لوگ کیا کرتے ہیں۔ اسکے بعد وہ لوگ دربار میں وارد ہوتے ہیں
اور سلام کرتے ہیں ظاہر ہے کہ سلام کسی شخص کو میل دو میل سے نہیں کیا جاتا بلکہ قریب ہو کر کیا جاتا ہے

Presented by Ziaraat.Com

اسی دادا کا پوتا اور اسی باپ کا بیٹا یزید تھا جس کو اتفاقات زمانہ اور باپ کی حسن سیاست نے مسلمانوں کی گردن پر سوار کر دیا تھا۔ اُس کے اقوال و افعال سب ہی اُس کے عقیدہ کے آئینہ دار تھے افعال کا یہ عالم کہ واقدی نے عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ کی زبانی نقل کیا ہے کہ خدا کی قسم ہمکو یزید کی حکومت میں یہ خوف ہو گیا تھا کہ اب آسمان سے ہم پر پتھر برسائے جائیں گے وہ ایسا شخص تھا جو اپنی ماں بیٹیوں بہنوں تک کو نہ چھوڑتا تھا اور شراب آزادی سے پیتا تھا اور نماز کو ترک کرتا تھا۔ (صواعق محرقہ ابن حجر صفحہ ۱۲۵ طبع مصر)

اور اقوال کا یہ حال کہ بھرے دربار میں اُسکی زبان اِن اشعار کے ساتھ مترنم تھی

(بقیہ مضمون صفحۂ سابق) اور پھر یہ لوگ ایک دو نہیں تھے بلکہ کافی جماعت تھی جو یکے بعد دیگرے آپکی خدمت میں آ رہے تھے اور جو آتا تھا وہ بھی کہتا تھا کہ السلام علیک یا رسول اللہ اسکے بعد یہ شبہہ ظاہر کرنا کہ حضرت معاویہ نے سنا یا نہیں اُسی وقت قابل قبول ہو سکتا ہے جب تاریخ کے ورق حضرت معاویہ کے لئے (خدانخواستہ) نقل سامعہ کا پتہ دیدیں لیکن اُنہیں ہے کہ ایسا نہیں ہے۔

رہ گئی رجال سند کی بحث تو یہ ظاہر ہو کہ تاریخی واقعات میں مستند مورخین کے اعتماد اور نقل ہی پہ بنیاد قرار پاتی ہو اور اس روایت کے احتجاج کے لئے طبری ایسے امام حافظ ثقہ متقن کا نقل و اعتماد کافی ہے جو شیعہ بھی نہ تھے کہ اُنکی نسبت امیر معاویہ سے خواہ مخواہ کی

Presented by Ziaraat.Com

لیت اشیاخی ببدر شھدوا　　جزع الخزرج من وقع الاسل

کاش میرے جنگ بدر والے بزرگ موجود ہوتے اور وہ مشاہدہ کرتے فریق مقابل کی گھبراہٹ کا نیزون کے مقابلہ مین

لعبت ھاشم بالملک فلا　　خبر جاء ولا وحی نزل

یہ تو بنی ہاشم کو سلطنت کا ایک کھیل تھا۔ نہ کوئی خبر آئی تھی نہ کوئی وحی اتری تھی۔

لست من خندف ان لم انتقم　　من بنی احمد ما کان فعل

مین اپنے بزرگون کی نسل سے نہین اگر محمد کی اولاد سے انکے کئے کا بدلا نہ لون

(بقیہ مضمون صفحہ سابق) عداوت کا الزام عائد ہوسکے بیشک تاریخ طبری مین اسکے قبل و بعد امیر معاویہ کی تعریف اور انکے ورع و تقوی کی حکایتین بھی موجود ہین لیکن یہ کون نہین جانتا کہ کسی خاص عقیدہ والے کی تحریر اس عقیدہ کے خلاف جتنی مستند ہوسکتی ہے اسکے موافق نہین طبری جتنی بھی جلالت قدر اور عظمت رکھتے ہون وہ اپنے فرقہ مین ہے اور اسی حیثیت سے انکو بھی انکو مشہور و معروف مسلم الثبوت مورخ اور امام فن کی لفظون سے یاد کیا ہے لیکن بہر حال سنی تھے اور اس لئے امیر معاویہ کی مدح مین انکے روایات کا پیش کرنا ویسا ہی ہے کہ جیسا انکی مذمت مین شیعی روایات۔ یہ صرف مسلک مناظرہ ہی کے خلاف نہین ہے کہ جس سے مجھ کو تعلق نہین بلکہ مسلک تحقیق کے بھی خلاف ہے جو میرا نصب العین ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

فجزیناهم ببدر مثلها   وباحد یوم احد فاعتدل

جو جنگ بدر و احد میں ہمارے ساتھ سلوک ہوا تھا اُس کا ہم نے پورا پورا بدلا لے لیا۔

لاھلوا واستھلوا فرحا   ثم قالوا یا یزید لا تشل

اگر میرے بزرگ اس موقع کو دیکھ لیتے تو خوشی کے مارے کھلجاتے اور کہتے کہ اے یزید کبھی تیرے ہاتھ شل نہوں۔

یہ وہ اشعار تھے جو نشہ شراب و نشہ فتح و نصرت دوہری مستی کے عالم میں یزید کی زبان سے نکل رہے تھے اور وہ اپنے ذاتی خیالات کو بغیر کسی اندیشہ کے ظاہر کر رہا تھا اور علامہ سبط ابن جوزی نے انہی اشعار کی بناء پر صریحی طور سے اُسکے کفر کا فتوی دیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اگر یزید کے دل میں زمانۂ جاہلیت کی عداوت اور بدر و احد کے انتقام کا جوش نہوتا تو کم از کم وہ سر حسینؑ کے ساتھ بے احترامی

(بقیہ مضمون صفحہ سابق) ایک واقعہ کے ثبوت میں مخالف فریق کے موافق بیانات جتنے مفید ہو سکتے ہیں موافق فریق کے موافق بیانات نہیں اسلئے ہم کو طبری کے ان روایات پر نظر ڈالنے کی ضرورت نہیں جن میں امیر معاویہ کی مدح میں رطب اللسانی کی گئی ہے ۱۲

مولف

۲۱ ذی القعدہ ۱۳۵۱ھ

Presented by Ziaraat.Com

دیتا اور اسکے دفن و کفن کا حکم دیتا۔ ورنہ ان اہلبیت کے ساتھ عزت و احترام کا سلوک کرتا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اسکے دل میں کفر وجاہلیت کے جذبات موجود تھے جو اسکو اہلبیت رسولؐ کے ساتھ کسی رواداری پر آمادہ نہونے دیتے تھے محمد بن جریر طبری کہ جنھیں یزید کے ساتھ کافی خلوص ہے اور تاریخی مسلمات کے خلاف اہلبیت رسالت کے ساتھ یزید کے حسن سلوک کی حکایتیں نقل کرنے میں مخصوص لذت محسوس ہوتی ہے وہ بھی اس موقع پر کہ جب یزید نے اہل حرم کو مدینہ جانے کی اجازت دی ہے اور غارت شدہ اموال کو واپس کیا ہے حضرت سکینہ بنت الحسینؑ کی زبانی یزید کی مدح میں جو فقرہ نقل کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ

ما رأیت رجلا کافرا باللہ خیرا من یزید بن معاویۃ میں نے کوئی کافر شخص کہ جو خدا پر ایمان نہ رکھتا ہو یزید بن معاویہ سے بہتر نہیں دیکھا طبری ج ۶ ص ۲۶۷ اس سے بھی یزید کے مذہب پر کافی روشنی پڑتی ہے۔

یزید کے بعد دوسرا شخص جسے قاتل امام حسینؑ کہا جا سکتا ہے وہ پسر مرجانہ عبید اللہ بن زیاد ہے جو یزید کے ساتھ یکجان و دو قالب کی حیثیت رکھتا تھا اور اُسکے متعلق یزید نے اپنے ان اشعار میں اظہار خیال کیا ہے۔

۱ سقنی شربۃ تروی مشاشی ثم مل فاسق مثلہا ابن زیاد

ہاں اے ساقی مجھ کو ایک ایسا ساغر پلا دے جو میرے جسم کے ہر جوڑ بند کو سیراب کردے پھر کھڑے ہو کر ایسا ہی ایک جام ابن زیاد کو پلا۔

Presented by Ziaraat.Com

صاحب اودو الامانة والتسدید منی ومغنمی وجهادی

وہ کہ جو خالص دوست اور امانت دار اور میری تائید کرنے والا اور میرا سرمایۂ زندگی اور جنگ میں میرا ہمدست ہے۔

اس شخص کا کفر والحاد اور احکام خدا و رسول سے روگردانی طشت از بام تھی اور کوفہ کے عام افراد بھی اس سے خوب واقف تھے چنانچہ اس موقع پر جب حضرت مسلم ہانی بن عروہ کے گھر پر فروکش تھے اور شریک بن اعور کی عیادت کے لئے ابن زیاد کے آنے کی خبر معلوم ہوئی اور شریک نے حضرت مسلم سے کہا کہ یہی موقع ہے اس کو قتل کر ڈالئے لیکن ابن زیاد آیا بھی اور چلا بھی گیا مسلم نے کوئی اقدام اسکے قتل پر نہ کیا۔ شریک نے اس کے جانے کے بعد مسلم سے اس کا سبب پوچھا تو مسلم نے کہا خصلتان اما احدہما فکراہۃ هانی ان یقتل فی دارہ واما الاخری فحدیث حدثہ الناس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان الایمان قید الفتک ولا یفتک مومن اسکے دو سبب تھے پہلے تو یہ کہ ہانی کو یہ امر ناپسند تھا کہ ابن زیاد انکے گھر میں قتل کیا جائے دوسرے یہ کہ جناب رسالت مآب کی حدیث ہے کہ ایمان قتل پر پابندی عائد کرنے والا ہے اور کوئی مسلمان قتل نہیں کیا جا سکتا۔

یہ سنکر ہانی نے کہا۔

اما واللہ لو قتلتہ لقتلت فاسقا فاجرا کافرا غادرا ولکن کرهت

ان یقتل فی داری۔

خدا کی قسم آپ یقین جانیئے کہ اگر آپ اس کو قتل کرڈالیے تو کسی مسلمان کا قتل نہ ہوتا بلکہ ایک فاسق فاجر کا فرمدار کا قتل ہوتا بیشک مجھ کو یہ نا پسند تھا کہ وہ میرے گھر میں قتل ہو۔ (طبری ج ۶ ص ۲۰۱)

تیسرا شخص جو قتل حسین ع کا براہ راست ذمہ دار کہا جا سکتا ہے وہ عمر بن سعد ہے۔ اسکے اسلام کی حقیقت ان اشعار سے ظاہر ہے جو اس نے اس موقع پر نظم کیے تھے کہ جب ابن زیاد نے اس کو قتل امام حسین ع پر مامور کیا ہے۔

فواللہ لا ادری وانی لحائر   افکر فی امری علی خطرین

خدا کی قسم میری کچھ سمجھ میں نہیں آتا اور میں حیران ہوں، میں اپنی نسبت دو عظیم باتوں میں فکر کر رہا ہوں۔

اأترک ملک الری والری منیتی   ام اصبح ماثوما بقتل حسین

کیا میں ملک رے کو ہاتھ سے جانے دوں حالانکہ ملک رے کی مجھ کو مدت سے آرزو ہے یا میں حسین ع کو قتل کر کے ہمیشہ کے لئے گنہگار بنوں۔

الا انما الدنیا بخیر معجل   وما عاقل باع الوجود بدین

یاد رہے کہ دنیا نقد وحاضر راحت کا نام ہے اور کون عاقل ہے جو نقد کو قرض کے عوض بیچ ڈالے۔

Presented by Ziaraat.Com

یقولون ان اللہ خالق جنۃ ، ونار وتعذیب وغل یدین

لوگ کہتے ہیں کہ خدا نے کوئی جنت خلق کی ہے اور آگ اور عذاب اور باتھوں کی ہتھکڑیاں۔

فان صح ما یقولون انی اتوب الی الرحمٰن من سنتین

اچھا تو اگر یہ لوگ سچے ہیں ان باتوں کے کہنے میں تو کوئی حرج نہیں ہے میں دو برس کے اندر اس گناہ سے توبہ کر لوں گا۔

وان کان لو فزنا بدنیا عظیمۃ وملک عقیم دائم الحجلین

اور اگر یہ غلط کہتے ہیں اور جنت و دوزخ کی کوئی حقیقت نہیں تو پھر کیا ہے ہم تو ہم ایک عظیم دنیا اور ایسے ملک کے حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے جسکی نعمتیں باقی رہنے والی ہیں۔

ان اشعار میں صریحی طور پر عقیدۂ معاد اور جنت و دوزخ کے وجود کا مذاق اڑایا گیا ہے۔

جب حکام ورؤساء کا یہ عالم تھا تو دوسروں کا کیا پوچھنا وہ تو انہی لوگوں کے اشارہ پر چلنے والے اور انکے آلۂ کار تھے۔ انکا مذہب سنہرے اور روپہلے سکوں کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ ان لوگوں کو مسلمان کہنا اسلام کے دامن پر ایک بدنما داغ لگانا ہے اور درحقیقت ان سے اسلام کو کوئی تعلق نہیں ہے یہ تاریخی حقیقت ہے جس میں شک و شبہہ کی گنجائش نہیں اور اسکے بعد اس سوال کا

Presented by Ziaraat.Com

موقع ہی نہیں رہتا کہ یہ لوگ سنی تھے یا شیعہ، اس لیے کہ سنی شیعہ کا افتراق تو اسلامی مشترکہ اصولی عقائد کو تسلیم کرلینے کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ جب خود اسلام ہی کا دامن کہیں نظر آتا ہو تو سنی شیعہ کی تفریق بے موقع ہے لیکن افسوس ہے کہ دور افراد جنہیں خواہ مخواہ اختلاف پیدا کرنے میں راحت محسوس ہوتی ہے اور جو آپس کی بات بات پر اسلامی جماعتوں میں تصادم پیدا کرتے ہیں وہ بھی خیال کو بڑی اہمیت دیتے ہیں کہ قاتلانِ امام حسینؑ خود شیعہ ہی تھے اور یہ دعویٰ بڑے زور و شور سے ان حلقوں میں پیش کیا جا رہا ہے چونکہ تاریخی نصوص و شواہد اس دعوے کو بالکل بے بنیاد ثابت کرنے میں ہم آواز ہیں لہٰذا ایک تاریخی فرض کی حیثیت سے ہم نے قصد کر لیا ہے کہ ہم اس سلسلہ میں عالم اسلامی کے سامنے تاریخی حقائق کا ایک سلسلہ قلمبند کریں جس کے بعد منصفانہ تعلیم یافتہ اور با اثر ... ہو جائے اور پھر بھی کسی کی جرأت نہ ہو کہ قاتلانِ حسینؑ کو شیعہ کہا جائے۔

قاتلانِ حسینؑ کے مذہب پر اجمالی نظر

گذشتہ سلسلۂ کلام میں جو کچھ حوالۂ قلم ہوا وہ اس ننگِ انسانیت جماعت کے باطنی عقائد کی بنا پر تھا جس کی پردہ دری تاریخ کے ہاتھوں نے کر کے صاف واضح کر دیا ہے کہ اس جماعت کے دلوں میں اسلامی عقیدہ کا کوئی نقش قائم نہ ہوا تھا بلکہ ان کا مذہب

Presented by Ziaraat.Com

عین لامذہبی کی تصویر تھا لیکن اس میں شک نہیں کہ ظاہری حیثیت سے یہ افراد مذہب اسلام کے حلقہ بگوش تھے اور انکی لامذہبی جس درجہ پر بھی ہو مگر اس پر اسمی و رسمی مذہب کا ایک ہلکا سا پردہ پڑا ہوا ضرور تھا جس کی بنا پر یہ سوال پیدا ہو جاتا ہے کہ ان کا تعلق اسلام کے کس فرقہ سے تھا؟ اس امر کی تحقیق کے لئے **دو تنقیحین** قائم ہونا ضروری ہیں۔

(۱) امام حسینؑ کے قتل کی بنیاد کیا تھی؟

(۲) جس بنیاد پر اس عظیم قتل کا ارتکاب کیا گیا تھا اسکی جگہ کس فرقہ کے اصول و تعلیمات میں نکالی جا سکتی ہے؟

ان دونوں تنقیحوں کے حل کرنے کے بعد یہ سوال خود بخود حل ہو جائیگا کہ اس قتل پر اقدام کرنے والے کس فرقہ سے تعلق رکھتے تھے۔

تاریخی حیثیت سے یہ امر ناقابل انکار ہے کہ قتل امام حسینؑ کی بنیاد امیر معاویہ کے بعد یزید کی خلافت اور اس کے تسلیم کرانے کے لئے حسینؑ بن علیؑ سے بیعت پر اصرار اور حسینؑ کا اس خلافت کے تسلیم کرنے سے انکار اور اپنی بات پر آخر وقت تک ہزار ہزار مصیبتیں سامنے آنے پر بھی قائم رہنا ہے۔

یہی چیز وہ تھی جس نے دنیا کی اس طویل و عریض وسعت کو فرزند رسولؐ پر تنگ کر دیا تھا اور جس کی بنا پر دشمنوں کی وہ خون آشام تلواریں اس بیگناہ کے خون کی پیاسی ہو گئی تھیں۔

Presented by Ziaraat.Com

وہی وقت جب امیر معاویہ بقول ابن حجر مکی (۱) یزید کی محبت میں اندھے ہو کر مسلمانوں سے اپنے ہمہ تن فسق و فجور بیٹے یزید کی بیعت لے رہے تھے اور اسکی ولیعہدی کو تسلیم کرانے کے لئے شام و عراق کے خزانے اور حیلہ گری و سیاست کے تمام ہتکھنڈے صرف ہو رہے تھے اور عالم اسلام کا ہر چند و کل تابع فرمان ہو چکا تھا اس موقع پر پانچ شخص ایسے تھے جو حاکم شام کی تمام سطوت و قوت اور تدبیر و سیاست کے باوجود اپنی بات پر قائم تھے اور یزید کی بیعت کرنا اپنے لئے ننگ سمجھتے تھے جن میں سب سے پہلا نام حسینؑ بن علیؑ کا ہے اور آپکی دیکھا دیکھی عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر اور عبدالرحمن بن ابی بکر اور عبداللہ بن عباس بھی یزید کی بیعت سے انکار کرتے تھے۔

امیر معاویہ پر یہ امر چھپا ہوا نہ تھا کہ اس جماعت میں سب سے زیادہ نمایاں ہستی حسینؑ کی ہے اور اس بنا پر خود مدینہ آکر سب سے پہلا کام جو کیا وہ یہ کہ حسینؑ بن علیؑ کو بلوا کر کہا کہ اس معاملہ میں تمام لوگ ہموار ہو چکے ہیں سوائے پانچ آدمیوں کے قریش میں سے جن کی سرکردگی تم کر رہے ہو۔ حضرت نے متعجبانہ انداز سے کہا "انا اقودھم" میں انکی سرکردگی کرتا ہوں؟ معاویہ نے زیدہ دلیری کے ساتھ کہا نعم انت تقودھم "بیشک آپ ہی انکے سرگروہ ہیں۔" یہ سنکر حضرت نے فرمایا تو اسکی تدبیر یہ ہے کہ آپ دوسرے لوگوں کو بلوا کر ان سے بیعت کا مطالبہ کیجئے اگر

(۱) تطہیر الجنان حاشیہ صواعق طبع مصر ص ۵۸

اُن سب نے بیعت کرلی تو تنہا مجھ سے آپ کو کسی اندیشہ کی ضرورت نہین یزید نے کہا الوتیق کامیاب ہوئی اور نتیجہ مین امیر معاویہ کی یکا وش بے سود ثابت ہوئی اس لیے کہ آخر تک سوائے عبداللہ بن عمر کے جو ایک کمزور دل اور عقیدہ کے شخص تھے ان اشخاص مین سے کسی نے بیعت کی ہامی نہین بھری (تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۱۷۱)

امیر معاویہ اپنی زندگی کے دن پورے کر چکے اور ۷۵ و ۹۰ کے درمیانی عمر مین رجب سنہ ۶۰ھ مین رحلت کر گئے یزید تخت خلافت پر متمکن ہوا اور تمام اہل شام نے بیعت کی، دنیا تمام زیب و زینت کے ساتھ یزید کے سامنے موجود تھی اور تاج و تخت، مال و دولت، حشم و خدم اور عیش پرستی و شہوت رانی کے تمام وسائل و اسباب پوری فراوانی کے ساتھ مہیا لیکن ایک خیال تھا جو اس کے دل و دماغ کو پریشان کیے ہوئے اُس کی نظرون مین اس تمام جاہ و حشم کو خاک سیاہ بنائے ہوئے تھا اور وہ اُن چند آدمیون کا بیعت سے انکار کرنا جنمین اول درجہ کی شخصیت حسینؑ بن علیؑ کی تھی، اُس نے تخت سلطنت پر قدم رکھتے ہی پہلا کام جو انجام دیا وہ یہی کہ اپنے چچازاد بھائی ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کو جو مروان کی معزولی کے بعد اس زمانہ مین مدینہ کا حاکم تھا خط لکھا۔

(من یزید امیر المومنین الی الولید بن عتبۃ، اما بعد فان معاویۃ کان عبد امن عباد اللہ اکرمہ اللہ واستخلفہ وخولہ

ومکن لہ فعاش بقدر، ومات باجل فرحمہ اللہ فقد عاش محمودا ومات برا تقیا والسلام)

خط کا مضمون ختم ہوگیا اور اس میں سوائے معاویہ کے انتقال کی خبر کے کچھ نہیں ہے لیکن اسکے ساتھ ایک چھوٹا پرزہ کاغذ کا اور تھا جس پر یہ تحریر تھا
(اما بعد فخذ حسینا وعبد اللہ بن عمر وعبد اللہ بن الزبیر بالبیعۃ اخذا شدیدا لیست فیہ رخصۃ حتی یبایعوا والسلام)

"دیکھو حسینؑ اور عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر کو بیعت پر بہت سختی سے مجبور کرنا اور جب تک یہ لوگ بیعت نہ کر لیں دم نہ لینا۔"

ولید ابوسفیان کا پوتا اور معاویہ کا بھتیجا سہی لیکن کمزور دل کا شخص تھا اور حسینؑ کی عظمت و شخصیت کا اثر ایک حد تک اس پر قائم تھا، اس میں اتنی شفا کی اور ستم کیشی بھی نہ تھی کہ ایک بیگناہ کا خون بہاتے ہوئے اسکو لذت محسوس ہو یزید کے فرمان شاہی نے اس کے باطنی جذبات میں ایک عظیم تلاطم پیدا کر دیا اور وہ اس شش و پنج میں تھا کہ یزید کے اس حکم کو کس طرح انجام دیا جائے۔

بیشک ننگ اسلام یعنی ساتواں خلیفۂ مسلمین مروان بن حکم جو ابتدا ہی میں رسول اللہ کی بارگاہ سے "ملعون بن ملعون" کا لقب پا چکا تھا (۱) اس نے یہی مشورہ دیا کہ حسینؑ سے بیعت طلب کرو اور اگر وہ بیعت نہ کریں تو انکا سر قلم کرکے

(۱) حیوۃ الحیوان دمیری ج ۱ صفحہ ۵۵ بحوالہ مستدرک حاکم۔

یزید کے پاس بھیجو۔ ولید اپنی ذاتی صلح پسندی کے باعث اسکا مشورہ قبول کرنے سے مجبور رہا لیکن حسینؑ بن علیؑ کو بلا کر یزید کا پیغام پہونچا دینے مین اس نے کوتاہی نہین کی اور اگر حسینؑ عاقبت اندیشی کر کے غیر معلوم طریقہ پر مدینہ رسول کو خالی نکر دیتے تو ولید ہی عمر سعد کی طرح باوجود ذاتی کراہت کے مال وجاہ دنیا کی طمع اور سطوت حکومت کے خوف مین اقدام کرتا اور یا کوفہ کے نعمان بن بشیر کی طرح اسکو معزول کر کے مروان بن الحکم یا اسکے ایسے کسی سفاک اور سخت ترین دشمن اہل بیت کو مدینہ کا حاکم مقرر کر کے فرزند رسولؐ کے خون سے مدینہ رسولؐ کی زمین کو گلرنگ بنایا جاتا (مذکورہ بالا واقعات کی تصدیق کے لئے ملاحظہ ہو طبری ج ۶ صفحہ ۱۸۸ - ۱۹۰)

فرزند رسولؐ مکہ معظمہ پہونچے اور کچھ روز قیام کرنے کے بعد حضرت مسلم کو حالات کا مشاہدہ کرنے کے لئے کوفہ روانہ کیا، کوفہ کی خلقت یزید کے افعال و کردار سے واقفیت رکھتی تھی۔ مگر اسکی خلافت سے بیزار تھی اس لئے مسلم کا خوشگوار طریقہ پر استقبال کیا نعمان بن بشیر انصاری جو اسوقت کوفہ کا حاکم تھا وہ صلح پسند بے شر آدمی تھا اور اس نے مسلم سے بغیر معقول سبب کے کوئی تعرض کرنا مناسب نسمجھا۔

مخبرون نے خلیفۂ وقت یزید کو اطلاع دی کہ مسلم بن عقیل کوفہ مین آئے ہین اور یہان کے لوگون نے حسین بن علیؑ کی بیعت کی ہے نعمان بن بشیر فطرۃً کمزور شخص ہے یا کسی وجہ سے کمزوری کر رہا ہے اگر آپ کو کوفہ کی حفاظت کرنا ہے تو ایک مضبوط آدمی

Presented by Ziaraat.Com

یہاں مقرر کیجیے جو آپ کے حکم پر کامل طور سے عمل کرے۔

یزید نے سرجون معاویہ کے راز دار غلام کو بلا کر مشورہ کیا اُس نے بس دیر کا فرمان نکال کر دکھایا جو انھوں نے آخر وقت عبید اللہ بن زیاد کے نام کوفہ کی حکومت کے بارے میں لکھا تھا، یزید بوڑھے باپ کی اس بر وقت پیش بندی کو دیکھ کر اچھل پڑا اور فوراً ابن زیاد کے نام جو اس وقت بصرہ کا حاکم تھا خط لکھا کہ مجھ کو معلوم ہوا ہے مسلم بن عقیل کوفہ میں آ کر وہاں کے لوگوں کو مجھ سے منحرف کر رہے ہیں اس تحریر کو دیکھتے ہی تم کوفہ کی جانب روانہ ہو جاؤ اور جس طرح ممکن ہو مسلم پر قابو پا کے انھیں ... (دول الطبری ج ۶ ص ۱۹۹-۲۰۰)

گوناگوں واقعات کے بعد فرزند رسول دوسری محرم ۶۱ھ کو اپنی آخری منزل پر پہونچے اور ابن زیاد کی جانب سے عمر سعد حضرت کے قتل پر مامور ہو کر کربلا آیا اور جگر گوشۂ رسول کا خون آشام دشمنوں نے محاصرہ کر لیا۔ عمر سعد کے ابتدائی انتہائی واقعات کے مطالعہ سے صاف نظر آتا ہے کہ اس عظیم جرم کے ارتکاب میں ہر منزل پر اس کا ضمیر سختی کے ساتھ ٹوک رہا تھا اور آواز دیتا تھا کہ ظلم کیا کر رہا ہے جس کو سن کر وہ ایک مرتبہ ٹھٹھک جاتا تھا لیکن طمع دنیا پھر غلبہ حاصل کر کے اس کا قدم آگے بڑھا دیتی تھی، وہ ایسے مواقع ڈھونڈھتا تھا کہ کسی طرح وہ اپنے دنیاوی مقصد کی حفاظت کرتے ہوئے اس جرم کے ارتکاب سے محفوظ رہے اسی بنا پر کربلا پہونچنے کے بعد اس نے امام حسین علیہ السلام سے سلسلۂ مراسلت و مکالمہ جاری کیا اور ابن زیاد کو

Presented by Ziaraat.Com

لکھا کہ میں نے حسینؑ سے بات چیت کر کے ان کا منشا معلوم کیا تو انھوں نے کہا کہ مجھ کو اہل کوفہ نے دعوت دی تھی اس لئے میں یہاں آیا، اب اگر وہ لوگ اپنی بات پر قائم نہیں ہیں تو میں جہاں سے آیا ہوں وہیں واپس جاتا ہوں۔

اس خط کا جو جواب ابن زیاد نے دیا وہ یہ ہے۔

(اما بعد فقد بلغنی کتابک وفهمت ما ذکرت فاعرض علی الحسین ان یبایع لیزید بن معاویة هو وجمیع اصحابه فاذا فعل ذلک رأینا رأینا والسلام)

یعنی خط پہونچا اور حال معلوم ہوا تم حسینؑ سے یہ کہہ دو کہ وہ اپنے تمام اصحاب سمیت یزید بن معاویہ کی بیعت کر لیں اسکے بعد ہم صورت حال پر غور کریں گے۔

عمر بن سعد حسینؑ کے استقلال اور ثبات قدم سے خوب واقف تھا اور جانتا تھا کہ جو کچھ بھی ہو جائے وہ یزید ایسے شرابخوار و فاسق کی بیعت نہ کرینگے جس کی بناء پر اس نے خط کو پڑھتے ہی کہا قد حسبت ان لا یقبل ابن زیاد العافیة اب میں سمجھا کہ ابن زیاد کوئی سمجھوتہ نہیں چاہتا (طبری ج ۶ ص ۲۳۳)

عمر سعد کا خیال صحیح تھا حسینؑ ایسے کمزور متلون مزاج غیر ثابت قدم نہ تھے کہ کسی بڑے خطرے سے گھبرا کر اپنے اصول سے ہٹ جائیں۔ انھوں نے جو کہا تھا وہی کیا اور دنیا نے دیکھ لیا کہ مصائب کے بہت مشکن پہاڑ انکے ثبات قدم اور کوہ گران استقلال کے سامنے سبک نظر آرہے تھے۔ انھوں نے یزید کی بیعت نہ کی ...

نتیجہ یہ ہوا کہ دسویں محرم کی عصر کو زمین کربلا بنی فاطمہؑ کے خون سے رنگین تھی اور شہدائے حق کے بے سر لاشے زمین و آسمان سے اُنکی جانبازی کا مرثیہ پڑھوا رہے تھے۔

ابتداء انتہا وسط کے واقعات تواریخ کے طول طویل اوراق میں سے منتخب کرکے حسب موقع ترتیب کے ساتھ پیش کردیا گیا ہے اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ۔

(۱) حسینؑ بن علیؑ کا مدینہ سے ہجرت کرنا کس سبب سے تھا؟

(۲) کوفہ میں عبید اللہ بن زیاد کی حکومت کس غرض کے لیے تھی؟

(۳) حسینؑ بن علیؑ سے ابن زیاد کے خود کی جانب آخری مطالبہ کیا تھا جسکو نہ منظور کرنیکا نتیجہ قتل حسینؑ کی صورت میں ظاہر ہوا؟

جواب ظاہر ہے کہ یزید کی خلافت اور اُسے تسلیم کرنے کا مطالبہ ہی وہ تھا جو قتل حسینؑ کا سبب تھا اور اسی مطالبہ کا منظور نہ کرنا اس عظیم شہادت کا باعث ہوا۔ یزید نے بھی خود اس حقیقت کا اعتراف کیا۔ اُس وقت جب مخدرات خاندان رسالت امام زین العابدینؑ کے ساتھ یزید کے دربار میں لائی گئیں یزید نے امام زین العابدینؑ سے مخاطب ہوکر کہا۔

یا علی ابوك الذی قطع رحمی وجهل حقی ونازعنی سلطانی

Presented by Ziaraat.Com

نصنع اللہ بہ ماقد رأیت۔

"اے علی بن الحسینؑ تمھارے باپ نے میری قرابت داری کا لحاظ اور میرے حق کا پاس نہ کیا اور میری حکومت سے اختلاف کیا جس کا نتیجہ تم دیکھ رہے ہو"

الطبری ص ۲۶۵

اس سے صاف ظاہر ہے کہ قتل حسینؑ کا سبب یزید کی خلافت سے اختلاف تھا اور یہی وہ سبب تھی جس کی بنا پر قاتلان حسینؑ نے اس عظیم قتل کا ارتکاب کیا۔

اب رہا **دوسری تنقیح** کہ یزید کی خلافت کس فرقہ کے مذہبی تعلیمات کی رو سے صحیح اور اسکی حمایت حق بجانب ہوسکتی ہے؟

یہ امر بھی زیادہ توضیح کا محتاج نہیں کہ شیعون کے مذہبی اصول میں یزید بلکہ اس سے بڑے بڑے افراد کی خلافت کو کوئی جگہ حاصل نہیں ہے، انھوں نے تو سب سے اس سلسلہ ہی سے اظہار برأت کیا ہے جسکی پانچویں یا چھٹی کڑی میں یزید کی بادشاہت و خلافت کو تسلیم کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔

رہ گئے اہل سنت مجھ کو انکے مذہب پر حکم لگانے کا کوئی حق نہیں ہے لیکن امام اہلسنت حافظ شام جلال الدین سیوطی جو علمائے اسلام میں ایک نمایان فرد اور ذمہ دار شخص کہے جاسکتے ہیں۔ انھوں نے اپنی تاریخ الخلفاء میں اس مطلب کو بالکل صاف کردیا ہے جس کے بعد شک و شبہہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

Presented by Ziaraat.Com

پہلے وہ کتاب کے دیباچہ میں سبب تالیف لکھتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

هذا تاريخ لطيف ترجمت فيه الخلفاء امراء المومنين القائمين بامر الامة من عهد ابي بكر الصديق رضي الله عنه الى عهدنا هذا على ترتيب زمانهم

اس پر لطف تاریخ میں میں نے حالات لکھے ہیں خلفاء کے جو امیر المومنین تھے اور امت اسلامیہ کی ریاست کے مالک تھے ابو بکر صدیق کے عہد سے لیکر اپنے عہد تک انکے زمانہ خلافت کی ترتیب کے مطابق۔

انہی الفاظ سے ظاہر ہے کہ وہ جن اشخاص کے حالات لکھنا چاہتے ہیں۔ انمیں سے ہر ایک کو امیر المومنین کہنے کے لئے طیار ہیں اور انکی خلافت انکے نزدیک صحیح مسلم تھی لیکن اسکے بعد نقطۂ نظر پر پوری روشنی پڑتی ہے جبکہ وہ مصر کے خلفاء بنی فاطمہ کے حالات کو اس کتاب میں ترک کرنے کی وجہ بیان کرتے ہیں۔

لم اورد احدا من الخلفاء العبيديين لان امامتهم غير صحيحة لامور

میں نے اس کتاب میں خلفاء عبیدیین میں سے کسی کا تذکرہ نہیں کیا ہے اسلئے کہ ان کی امامت وخلافت متعدد وجوہ سے صحیح نہ تھی، پہلے یہ کہ وہ قریشی نہ تھے انکو ناواقف عوام فاطمی النسل سمجھنے لگے ورنہ حقیقۃً ان کا مورث اعلےٰ ایک مجوسی شخص تھا۔

(افسوس ہے کہ تاریخ نے ان رشتہ دوانیوں کو جو خلیفہ عباسی کی طرف سے سلاطین بنی فاطمہ کے خلاف اُن کے نسب میں قدح کے متعلق کی گئی تھیں اور جن صورتوں سے بجبر وتہد اُس محضر پر دستخط لیے گئے تھے ہمارے سامنے پیش کرکے علامہ سیوطی کے اِس عذر کو غیر وقیع بنا دیا ہے)

دوسرے یہ کہ اکثر اُن میں سے بدعقیدہ و کفر و زندقہ کی طرف مائل اور اسلام سے خارج تھے اور ان میں سے بعض نے انبیاء کی شان میں گستاخیاں کیں اور بعض نے شراب کو مباح سمجھا اور بعض نے خود اپنے لیے سجدہ کا حکم دیا اور جو اُن تمام عیوب سے پاک ڈھونڈھا جائے اُس میں بھی یہ ضرور ہے کہ وہ کثرت سے نفضی ہے کہ جو سبّ صحابہ کا حکم دیتا ہو۔

ومثل ھؤلاء لا تنعقد لھم بیعۃ ولا تصح لھم امامۃ

اور جو ایسے اشخاص ہوں اُنکی بیعت درست نہیں ہو سکتی اور نہ امامت اُنکی صحیح ہے

میں سیوطی سے مواخذہ نہیں کرنا چاہتا نہ اس کی تحقیق کرونگا کہ مذکورۂ بالا الزامات صحیح تھیا یا نہیں صرف یہ دریافت کرونگا کہ کیا خلفائے بنی امیہ و عباسیہ میں ایسے افراد نہ تھے جن سے کفر و زندقہ کا ظہور ہوا اور جو شراب اور لواطہ ایسے معاصی کو جائز سمجھے اور نہ اس سوال کی زحمت دونگا کہ کیا اُن میں سبِ صحابہ کی نظیریں نہیں پائی جاتیں اسلئے کہ میں اگر ایسا کروں تو مناظرہ کے ایک وسیع

Presented by Ziaraat.Com

وادی میں میرا قدم پڑ جائیگا اور میں نے مناظرہ کے لئے قلم نہیں اٹھایا ہے میں تو صرف ایک واقعہ نگار کی حیثیت سے تاریخی حقائق کو پیش کرنا چاہتا ہوں۔

حافظ سیوطی کی اس صراحت میں یہ امر بالکل صاف ہو گیا کہ کتاب میں جن اشخاص کا تذکرہ ہے وہ ایسے ہی ہیں جن کی بیعت قواعد کے مطابق اور جنکی امامت وخلافت صحیح وجائز طور پر ثابت ہو چکی ہے۔

اس کے بعد جب ہم اسی تاریخ الخلفاء کی سیر کرتے ہوئے ص ۲۰۵ پر پہونچتے ہیں تو جلی حرفوں میں یہ سرخی نظر آتی ہے۔ یزید بن معاویۃ ابو خالد الاموی جس کے ذیل میں مستقل طور پر یزید کے حالات درج کئے گئے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یزید کی بیعت صحیح و درست اور امامت وخلافت اسکی جائز اور قابل التسلیم تھی اور صفحہ ۷ میں جناب رسالتمآب کی حدیث لایزال ھذا الدین قائماً حتی یکون علیھم اثنا عشر خلیفۃ کی تشریح میں خلفاء کی فہرست لکھتے ہوئے جو اسماء درج کئے ہیں وہ بھی یوں ہیں۔

ان الناس اجتمعوا علی ابی بکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی الی ان وقع امر الحکمین فی صفین وتسمی معاویۃ یومئذ بالخلافۃ ثم اجتمع الناس علی معاویۃ عند صلح الحسن ثم اجتمعوا علی ولدہ یزید ولم ینتظم للحسین امر بل قتل قبل ذلک

خلافت کی ترتیب یوں ہے کہ لوگوں نے ابوبکر پر اجماع کیا تو وہ پہلے خلیفہ

Presented by Ziaraat.Com

ہوئے، پھر عمرؓ پھر عثمانؓ پھر علیؑ یہانتک کہ تحکیم کا مسئلہ پیش آیا، اُس وقت معاویہ نے خلافت کا ادعا کر لیا لیکن لوگوں کا اجماع اُنکی خلافت پر حسنؑ کی صلح کے موقع پر ہوا اور اسکے بعد یزید کی خلافت پر اجماع ہوا حسینؑ کے لیئے امامت حاصل نہ ہو سکی بلکہ وہ اسکے قبل ہی قتل ہو گئے (لہذا انھیں خلفا میں شمار نہیں کیا جا سکتا)

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی کا قول بھی شرح صحیح بخاری میں حدیث مذکور کی شرح میں یوں ہی ہے اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ یزید کی خلافت صحیح و جائز اور حق بجانب تھی اور ان دونوں ذمہ دار حفاظ و امامان اہل سنت کی تحریر کے بعد اس میں شک و شبہہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی اور اسی یزید کی خلافت تسلیم کرانے کے لئے حسینؑ بن علیؑ قتل کئے گئے جس کے بعد قدرتاً یہی نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ لوگ اُس مذہب کے نام لیوا تھے جس میں یزید کی خلافت صحیح و جائز ہے اور اُن کو شیعہ فرقہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔

قاتلانِ حسینؑ کے مذہب تاریخی شواہد نصوص

تاریخی اوراق اُن نصوص و شواہد سے چھلکتے ہیں جن سے قاتلانِ امام حسینؑ کا مذہب بے پردہ ہو کر سامنے آجاتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ اُس جماعت سے علیحدہ نہ تھے جو کثرت کی صورت میں ہمیشہ سے سواد اعظم کا مصداق بنا رہا ہے تفصیل کے لئے ایک طویل وقت و فرصت کی ضرورت ہے لیکن بغیر کسی مخصوص تتبع اور کثرت کے

Presented by Ziaraat.Com

جو شواہد پیش نظر ہیں انہی کو تم برداشتہ فہرست کے طور پر درج کر دینا کافی معلوم ہوتا ہے

(۱)

وہ وقت کہ جب مسلم بن عقیل کوفہ میں آکر فرزند رسول کی بیعت لے رہے ہیں اور بنی امیہ کے مظالم سے گھرائی ہوئی خلقت اس موقع کو غنیمت جانکر ٹوٹ پڑی ہے اور نعمان بن بشیر جو کوفہ کا حاکم ہے اپنی فطری صلح پسندی کے باعث طرح دے رہا ہے عین اسی موقع پر ایک خط جاتا ہے کوفہ سے یزید کے پاس جس کی عبارت یہ ہے۔

اما بعد، فان مسلم بن عقیل قد قدم الکوفۃ فبایعتہ الشیعۃ للحسین بن علی فان کان لک بالکوفۃ حاجۃ فابعث الیہا رجلا قویا ینفذ امرک ویعمل مثل عملک فی عدوک فان النعمان بن بشیر رجل ضعیف او ہو یتضعف۔

مسلم بن عقیل کوفہ آئے ہیں اور شیعوں نے انکے ہاتھ پر حسین بن علیؑ کی بیعت کی ہے۔ اگر آپکو کوفہ میں اپنی سلطنت قائم رکھنا ہے تو ایک طاقت دار شخص کو یہاں مقرر کیجیے جو آپکے حکم کو نافذ کرے اور دشمن کے ساتھ وہ سلوک کرے جو آپ خود اگر ہوتے تو کرتے اسلئے کہ نعمان بن بشیر جو کوفہ کا حاکم ہے وہ فطرۃً کمزور ہے یا کسی وجہ سے کمزوری کر رہا ہے۔"

اس مضمون کے لکھنے والے تین آدمی ہیں (۱) عبد اللہ بن مسلم بن سعید

Presented by Ziaraat.Com

حضرمی حلیف بنی اُمیہ (۲) عمارہ بن عقبہ (۳) عمر بن سعد بن ابی وقاص یزید نے اس خط کو دیکھکر ان واقعات کے بعد جو سابق مین نظر سے گذر چکے ہین جو زیاد ابن زیاد کے نام لکھا اُسکی عبارت قابل دید ہو۔

اما بعد فانہ کتب الیّ شیعتی من اھل الکوفۃ یخبرونی ان ابن عقیل بالکوفۃ یجمع الجموع لشق عصا المسلمین فسر حین تقرأ الخ

میرے پاس میرے شیعون نے جو کوفہ کے رہنے والے ہین یہ لکھا ہو کہ ابن عقیل کوفہ مین جتھے جمع کرکے مسلمانون کی سدھی بنائی بات کو بگاڑنا چاہتے ہین لہذا تم فوراً وہان جاؤ اور مسلم پر قابو حاصل کرکے سزا دو (طبری ج ۶ ص ۱۹۹۔ ۲۰۰)

محترم ناظرین! پہچان تو لیا ہوگا یہ عمر سعد کون ہے جو اس خط کے لکھنے والون مین ہو، بیشک یہ وہی سپہ سالار ہے جو حسین ؑ بن علی ؑ کے قتل کے لیے بھیجا گیا تھا۔ جس نے سب سے پہلا تیر لشکر حسین ؑ کی طرف رہا کیا تھا (طبری ج ۶ ص ۲۴۵)

اُسکی یہ لفظین کہ یا یحسر التشیعۃ الحسین بن علی "شیعہ جماعت نے مسلم کے ہاتھ پر حسین ؑ کی بیعت کرلی ہے" صاف بتلاتی ہین کہ اس شخص کو جماعت شیعہ سے کوئی تعلق نہ تھا اور پھر یزید کی یہ تحریر کہ کتب الیّ شیعتی من اھل الکوفۃ مجھکو میرے شیعون نے کوفہ سے لکھا ہے، بتلا رہی ہین کہ یہ شخص یزید کا شیعہ اور اُسکی خلافت کو تسلیم کرنے والی جماعت سے تھا، اب اس کا فیصلہ ہمارے مضمون کی گذشتہ قسط دیکھنے والے ناظرین کے ہاتھ ہی کہ اُسکا تعلق کس فرقہ کے ساتھ ہو سکتا ہے؟

Presented by Ziaraat.Com

(۴)

حسینؑ بن علیؑ کے منزل سے روانہ ہوکر نینوا کے قریب پہونچے تھے بن اور حصین بن تمیم کے حکم سے جو قادسیہ میں نازل ہوئے تھے۔ حر بن یزید ریاحی ایک ہزار کی فوج کے ساتھ سد راہ ہونے کے لئے آگیا تھا اور حضرت کے ساتھ ساتھ تھا کہ حضرت کو مدینۂ رسول واپس نہ جانے دے اور جیسے چلتے قافلہ نینوا پہونچا اُسی وقت ایک مسلح ناقہ سوار کوفہ کی طرف سے آتا ہوا دکھائی دیا جس کا دونوں طرف کے لوگ بے چینی سے انتظار کرنے لگے جب وہ قریب پہونچا تو اُس نے حر اور اصحاب حر کو تو سلام کیا لیکن حسینؑ بن علیؑ اور اُنکے اصحاب کو سلام نہیں کیا۔ وہ ابن زیاد کا خط لایا تھا حر کے نام جس میں لکھا تھا کہ "میرا خط پہونچتے ہی حسینؑ کے ساتھ سختی شروع کر دینا اور اُنکو ایسی جگہ اُترنے دینا جہاں اُن کے لئے کوئی محفوظ جائے پناہ نہ ہو اور نہ پانی ہی نزدیک موجود ہو"

امام حسینؑ کے ساتھیوں میں سے یزید بن زیاد بن مہاصر ابو الشعثاء کندی نے خط لانے والے کو پہچانا اور پکار کر کہا کہ

"کیا مالک بن نسیر بدی ہے"

اُس نے کہا "ہاں میں وہی ہوں" ابو الشعثاء نے کہا ثکلتک امک ماذا جئت فیہ خدا تجھے غارت کرے۔ یہ تو کس کام کے لئے آیا ہے؟

Presented by Ziaraat.Com

اُس نے جواب دیا و ماجئت فیہ اطعت امامی ووفیت ببیعتی میں اس
کس کام کو آیا ہوں؟ میں نے اپنے امام کی اطاعت کی اور بیعت کو پورا کیا۔
ابوالشعثاء نے کہا کہ

عصیت ربک واطعت امامک فی ھلاک نفسک کسبت العار
والنار قال اللہ عزوجل وجعلنا منھم ائمۃ یدعون الی النار ویوم
القیمۃ لاینصرون فھو امامک۔

تو نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی اور اپنے امام کی اطاعت کر کے اپنی ہلاکت
کا سامان کیا، تو نے دنیا کی فضیحت اور عذاب آخرت دونوں کو مول لے لیا، اللہ
تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ایسے امام بھی ہیں جو لوگوں کو آتش جہنم کی طرف دعوت دیتے
ہیں اور روز قیامت اُن کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ ان معنوں سے بیشک وہ تیرا
امام ہے (طبری ج ۶ ص ۲۳۲)

یہ مالک بن نسیر کون ہے؟ یہ وہی ہے کہ روز عاشور جب فرزند رسولؐ زخموں
سے چور ہو کر زمین پر تشریف لا چکے تھے تو وہ شقی آیا اور حضرت کے سر اقدس پر تلوار
لگائی جو عمامہ کو کاٹ کر سر میں اتری اور تمام عمامہ خون سے تر ہو گیا۔ طبری میں اس
واقعہ کا تذکرہ حسب ذیل عبارت میں ہے۔

"ملبث الحسین طویلا من النھار کلما انتھی الیہ رجل من
الناس انصرف عنہ وکرہ ان یتولی قتلہ وعظیم اثمہ علیہ۔

ان رجلا من کندة یقال له مالک بن النسیر من بنی بداء اتاہ
فضرب علی راسه بالسیف وعلیه برنس له فقطع البرنس واصاب
السیف راسه فادمی راسه فامتلأ البرنس دما فقال له الحسین
لا اکلت بها ولا شربت وحشرک الله مع الظالمین (ج ۲ عشہ ۲۵۵)

اُس کا یہ کہنا کہ اطعت امامی ووفیت ببیعتی صاف بتلاتا ہے کہ وہ
یزید کو امام وقت سمجھتے ہوئے اسکی بیعت کا پابند تھا اور یہ شیعہ مذہب سے اُسکی
بے تعلقی اور دوسری جماعت سے وابستگی کی بہترین دستاویز ہے۔
اسکے مقابلہ میں ابو الشعثاء کا یہ جواب کہ وہ اُن ائمہ میں سے ہے جو
نار جہنم کی طرف دعوت دیتے ہیں عقیدۂ تشیع کا پورا مظاہرہ ہے اور اس مقابلہ
سے ظاہر ہے کہ کون جماعت کس فرقہ سے تعلق رکھتی تھی؟

(۳)

فرزند رسول کربلا میں پہونچے اور دشمنوں نے محاصرہ کر لیا ساتویں تاریخ
قاصد آتا ہے اور ابن زیاد کی طرف سے عمر سعد کو یہ خط دیتا ہے۔
اما بعد فحل بین الحسین واصحابه وبین الماء ولا یذوقوا
منه قطرة کما صنع بالتقی الزکی المظلوم امیر المومنین عثمان بن عفان
حسینؑ اور اصحاب حسینؑ کے سامنے پانی کی طرف سد راہ ہو جاؤ اور انکو

Presented by Ziaraat.Com

ایک قطرہ چکھنے کو بھی ملنے نہ پائے جیسا کہ تقی زکی مظلوم امیرالمومنین عثمان بن عفان کے ساتھ سلوک کیا گیا تھا (طبری ج ۶ ص ۲۳۴)

ابوحنیفہ احمد بن داؤد دینوری متوفی ۲۸۱ھ نے بھی اپنی کتاب الاخبار الطوال (طبع مصر ص ۲۵۲) میں اس خط کو حسب ذیل لفظوں میں نقل کیا ہو۔

"امنع الحسین واصحابہ الماء فلا یذوقوا منہ حسوۃ کما فعلوا بالتقی عثمان بن عفان"

یہاں ہیں قاتلان حسین کو شیعہ کہنے والے آئیں اور آنکھیں کھول کر اپنے امام اور حافظ محمد بن جریر طبری کی تحریر پر نظر ڈالیں اور پھر بتلائیں کہ قاتلان حسین کا مذہب کیا تھا؟ حضرت عثمان کی مظلومیت کا مرثیہ خوان کون ہو سکتا ہے؟ حضرت عثمان کو امیرالمومنین کون کہتا ہے؟ حضرت عثمان کے خون کا بدلا لینے کا حق کس کو پہنچتا ہے؟

اگر شیعہ انہی عقائد کے رکھنے والوں کا نام ہے جیسا کہ علامہ ابن حجر مکی نے تمام اُن احادیث کو جن میں شیعوں کی مدح ہے اپنی جماعت پر چسپاں کرنے کا ذکر کیا ہے (دیکھو صواعق محرقہ طبع مصر ص ۹۳ و ۹۵) تو ہمیں بھی یہ کہنے میں عذر نہیں کہ قاتلان امام حسین علیہ السلام شیعہ تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

(۴)

نویں محرم کی شام اور عمر سعد کا اپنے لشکر کو حکم دینا کہ فوج حسینی پر حملہ کر دو اور سید الشہداء کا حضرت عباس کو حکم دینا کہ وہ فوج کے سامنے جا کر انکا مقصد معلوم کریں وہ وقت تھا کہ حضرت عباس بیس سواروں کی جمعیت میں دشمن کے ٹڈی دل لشکر کے سامنے گئے اور دریافت کیا کہ یہ بے وقت کی پیشقدمی کیسی ؟ جواب ملا " امیر کا حکم ہے کہ یا تم لوگ اطاعت قبول کر لو اور یا فیصلہ کن جنگ ہو جائیگی "

جناب عباس نے کہا کہ میں امام حسینؑ سے جا کر عرض کرتا ہوں ۔ وہ آپ ہٹے اور وہ جماعت کہ جو آپکے ساتھ تھی وہیں کھڑی رہی حبیب بن مظاہر نے اس موقع کو غنیمت جانا اور چاہا کہ فریق مقابل کے سامنے تبلیغ و موعظہ کے فرض کو انجام دیں اور یوں تقریر شروع کی

" یاد رہے خدا کی قسم بدترین قوم وہ ہوگی جو روز قیامت خدا کا سامنا کریگی اس حالت میں کہ اس نے نبی کی ذریت کو قتل کیا ہوگا اور اُنکی عترت کا خون بہایا ہوگا اور اُنکے ساتھ اُن عابد و زاہد خدا کے بندوں کو جو پچھلے پہر عبادت خدا کرتے اور جن کی زبانیں ذکر الٰہی کے ساتھ متحرک رہتی ہیں بے گناہ قتل کیا ہوگا "

عزرۃ بن قیس احمسی جو فوج مخالف میں تھا اس نے مذاق کے طور پر کہا " حبیب جہاں تک ہوتا ہے تم اپنی تعریف ضرور کرتے ہو کہ میں بڑا عابد و تہجد گذار ہوں "

Presented by Ziaraat.Com

زہیر ابن قین نے پکار کر کہا عزرہ اس میں حمد بے کار کا ہے۔ خدا ہی نے اُنکے نفس کو آراستہ کیا ہے اور اُس کو راہ راست کی طرف ہدایت کی ہے۔

عزرہ میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ خدا سے خوف کرو اور خدا کا واسطہ تم اس جماعت میں نہ رہو کہ جو گمراہ ہو کر بے گناہ نفوس کے قتل کا ارتکاب کر رہی ہے

عزرہ بن قیس یہ سنکر زہیر کی طرف مڑ گیا اور کہا۔

یا زهیر ما انت عندنا من شیعۃ اهل هذا البیت انما کنت عثمانیا۔

اے زہیر تم ہو۔ تم تو ہماری دانست میں اس خاندان کے شیعوں میں سے نہ تھے بلکہ عثمانی مذہب رکھتے تھے۔

زہیر نے کہا۔

افلا تستدل بموقفی هذا انی منهم الخ

اچھا اب تو میرے یہاں ہونے سے تم سمجھے کہ میں شیعیان اہلبیت میں سے ہوں یاد رکھو کہ میں نے امام حسین علیہ السلام کو نہ کبھی کوئی خط بھیجا تھا نہ کوئی قاصد روانہ کیا تھا اور نہ کبھی نصرت کا وعدہ کیا تھا لیکن راستہ میں اتفاق سے مجھ سے آنسے ملاقات ہو گئی اسوقت مجھے رسالتمآب کا اور اُس تعلق کا جو ان کو حضرت رسول سے ہے خیال آ گیا اور مجھکو معلوم ہوا کہ وہ اپنی دشمن جماعت یعنی تمھارے گروہ کے نرغہ میں ہیں اسوقت میں نے دل پر ٹھان لی انکی مدد کروں اور انکے انصار میں شامل

اپنی جان کو ان پر سے فدا کردن خدا اور رسول کے ان حقوق کی نگہداشت کیلئے جنھیں تم نے ضائع و برباد کر دیا ہے (طبری ج ۶ ص ۲۲۴)

"تم تو شیعہ جماعت نہ تھے بلکہ عثمان کے ماننے والوں میں سے تھے"

صریحی دلیل ہو کہ یہ طے شدہ امر تھا کہ اسوقت جو حسینؑ کا ساتھ دے شیعہ جماعت سے ہو اور وہ لوگ جو انکے مقابل میں تلواریں کھینچے ہوئے ہیں عثمانی المسلک اور مخالف تشیع ہیں اور زہیر کا یہ مقولہ کہ "ابتو میرے یہاں ہونے سے سمجھے کہ میں شیعۂ اہل بیت ہوں" وہ بھی اسکا زبردست مؤید ہے۔

(۵)

روز عاشور جبکہ جنگ چھڑ چکی ہو اور انصار حضرت سید الشہداء کی ایک کافی تعداد قتل ہو چکی ہے اسوقت یزید بن معقل قبیلہ بنی عمیرۃ بن ربیعہ میں سے لشکر عمر سعد کی صف سے باہر نکلتا ہے اور بریر بن خضیر کو آواز دیکر کہتا ہے۔

"کیف تری اللہ صنع بک دیکھتے ہو خدا نے تمھارے ساتھ کیا سلوک کیا۔"

یہ سنکر بریر نے جو اصحاب حضرت سے تھے جواب دیا صنع اللہ واللہ بی خیرا وصنع اللہ بک شرا میرے ساتھ تو خدا نے اچھا ہی اچھا سلوک کیا۔ بے شک تیری تو بڑی بری درگت لگائی"

یزید نے کہا۔

کذبت. وقبل الیوم ما کنت کذابا. ھل تذکر وانا اماشیک فی بنی لوذان وانت تقول ان عثمان بن عفان کان علی نفسہ مسرفا وان معاویۃ بن ابی سفیان ضال مضل وان امام الھدی والحق علی بن ابی طالب۔

تم تو جھوٹ کہہ رہے ہو اگرچہ اسکے قبل تم کبھی جھوٹ بولتے نہ تھے۔ اچھا تمھین یاد ہے جب مین تمھارے ساتھ بنی لوذان کی جماعت مین جارہا تھا اور تم کہتے تھے تم حضرت عثمان کے متعلق کہہ رہے تھے کہ معاذ اللہ وہ اپنے نفس پر ظلم کرنے والے یعنی معصیت کار شخص تھے اور معاویہ بن ابی سفیان گمراہ اور دوسرون کو گمراہ کرنیوالا ہے اور سچے امام اور رہنما اگر ہین تو وہ صرف علی بن ابی طالبؑ۔

بریر نے کہا "بیشک میرا مذہب یہی تھا اور اب بھی مین اپنی بات پر قائم ہون"

یزید بن معقل "فانی اشھد انک من الضالین" تم گواہی دیتا ہون کہ تم گمراہ ہو

بریرؓ اچھا تو یہ تدبیر نہ کرو کہ ہم اور تم مباہلہ کرین اور خدا سے دعا کرین کہ وہ کاذب پر لعنت کرے اور جو باطل پر ہو وہ دوسرے کے ہاتھ سے قتل ہو پھر اُس کے بعد مین نکلکر تم سے جنگ کرون۔"

بریر۔ اچھا یونہی سہی۔

مباہلہ ہوا اور دونون نے دعا کی کہ بارآلہا جو حق پر ہو وہ دوسرے کو قتل کرنے مین کامیاب ہو اسکے بعد آپس مین تلوار چلنے لگی یزید نے ایک وار بریر پر کیا جو

Presented by Ziaraat.Com

اوچھا پڑا اور کوئی صدمہ بریر کو نہ پہونچا بریر کی جو باری آئی تو ایک تلوار ایسی لگی کہ
جو مغفر کو کاٹتی ہوئی کاسہ سر تک پہونچی اور وہ گھوڑے سے گرا اس طرح کہ تلوار
بریر کی اسکے سر میں قائم تھی اور بریر نے اطمینان کے ساتھ تلوار کو اس کے سر سے
کھینچا (طبری ج ۶ ص ۲۴۲)

اس سے تو معلوم ہوا کہ انصار حضرت سید الشہداء کا مذہب شیعہ تھا اور یہ جماعت
کس فرقہ سے تعلق رکھتی تھی؟

مجھ کو یہ دیکھکر مسرت محسوس ہو رہی ہے کہ میں جو کچھ لکھ رہا ہوں وہ میری زبان
سے نہیں اور نہ میرا طبعزاد بلکہ وہ ایک مسلم امام فن اور حافظ اہلسنت کی تاریخی شہادت
ہے جسکے دیکھنے کے لئے دیدہ بینا کی ضرورت ہے۔

مباہلہ کا نتیجہ تاریخ کے اندر غیر مبہم لفظوں میں سامنے موجود ہے اور جس بات پر
مباہلہ ہوا تھا وہ بھی بغیر کسی گنجلک کے پیش نظر ہے، اس سے حق و باطل کا فیصلہ
بھی بغیر کسی حجاب کے سامنے آجاتا ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ حق کس طرف تھا اور
وہ کیونکر ظاہر ہوا۔

(۶)

بریر بڑھ کر قتل ہو گئے اور انکا قاتل کعب بن جابر بن عمرو ازدی فتح و ظفر
کی مسرت اور جائزہ و انعام کے خوشگوار توقعات کے ساتھ واقعہ کربلا کے بعد اپنے گھر

Presented by Ziaraat.Com

کر واپس گیا۔ لیکن اسکی بیوی یا بہن نوار بنت جابر نے کہا "تو نے فرزند فاطمہ زہرا کے قتل میں شرکت کی اور سید القراء ابرار کو اپنے ہاتھ سے قتل کر کے بڑا غضب کیا اب میں تجھ سے کبھی بات نہ کرونگی"

اس موقع پر کعب بن جابر نے جو اشعار نظم کئے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

سلی تخبری عنّی وانت ذمیمة　　　غداة حسین والرماح شوارع

لوگوں سے دریافت کر تجھے معلوم ہوگا میرا حال حسینؑ والے دن جبکہ نیزے جنگ کے لئے سیدھے ہو چکے تھے۔

الم آت اقصیٰ ماکرهت و لم یخل　　　علیّ غداة الروع ما انا صانع

کیا میں نے بہترین طریقہ پر انجام نہیں دیا اس امر کو جس کا تجھ کو صدمہ ہے اور عالم جنگ میں اس کارنمایاں کے انجام دینے میں مجھ سے کوئی کوتاہی نہیں ہوئی

معی یزنی لم تخنه کعوبه　　　وابیض مخشوب الغرادین قاطع

میرے پاس ایسا نیزہ تھا جس نے میدان جنگ میں دغا نہیں کی اور تلوار تھی کہ جس کی دھار تیز اور کاٹ دار تھی۔

فجردته فی عصبة لیس دینهم　　　بدینی وانی بابن حرب لقانع

میں نے اس تلوار کو کھینچ لیا ایسی جماعت کے قتل کے لئے کہ جن کا مذہب میرے مذہب سے جداگانہ ہے اور میرا دارومدار تو ابوسفیان کی اولاد پر ہے۔

ولم تر عینی مثلهم فی زمانهم　　　ولا قبلهم فی الناس اذ انا یافع

اس مین شک نہین کہ میری آنکھ نے اُن لوگون کے ایسے لوگ نہ دیکھے تھے اُنکے زمانہ مین اور نہ اُنکے پہلے اُسوقت کہ جب میری نوجوانی تھی۔

اشد قراعا بالسیوف لدی الوغا الاکل من یحمی الذمار مقارع

تمام دنیا سے زیادہ جنگ کے موقع پر سخت شمشیر زنی کرنے والے بدن اور بیشک جو اپنی ذمہ داری کی حفاظت کرنے والا ہوگا وہ اسی طرح شمشیر زنی کریگا۔

وقد صبروا للطعن والضرب حسرا وقد نازلوا لوان ذلک نافع

وہ نیزہ و شمشیر کھانے کے لئے زرہین اُتار کر مقابلہ پر کھڑے رہے اور جنگ بھی خوب کی لیکن قلت تعداد اور دشمن کی قوت کے سبب سے اُن کو جنگ سے فائدہ کب پہونچ سکتا تھا۔

فابلغ عبید اللہ اما لقیتہ بانی مطیع للخلیفۃ سامع

کوئی میرا پیغام ابن زیاد سے ملکر پہونچا دے کہ مین بجان و دل خلیفہ وقت کا مطیع و تابع فرمان ہون (طبری ج ۶ ص ۲۴۷ - ۲۴۸)

"لیس دینھم بدینی" کا فقرہ بتلا رہا ہے کہ اس کا مذہب انصار امام حسینؑ کے مذہب کے خلاف ہے اور انصار امام حسینؑ کے مذہب کی تصویر اُس عقیدہ مین صاف نظر آرہی ہے جس کا مباہلہ کے موقع پر بریر نے اعلان کر دیا۔ اگر سواد اعظم اسلام اسی عقیدہ کا معتقد ہے کہ جس کا بریر نے اظہار کیا تو یونہی سہی اور اگر وہ اُس عقیدہ کے خلاف ہے تو پھر قاتلان امام حسینؑ کا مذہب بھی معلوم۔

Presented by Ziaraat.Com

(۷)

اب اصحاب امام حسینؑ میں سے نافع بن ہلال جملی جنگ کے لئے نکلے اور دم یوں رجز پڑھ رہے تھے۔

(انا الجملی انا علی دین علی)

میں قبیلہ بنی جمل میں سے اور علی کے مذہب پر ہوں۔

ایک شخص مقابلہ پر نکلا جس کا نام مزاحم بن حریث تھا اس نے کہا انا علی دین عثمان" میں تو عثمان کے مذہب پر ہوں۔"

نافع نے کہا "انت علی دین شیطان" یہ کہکر حملہ کیا اور اسے قتل کر ڈالا (طبری ص۲۴۶)

لے لیجئے! اب تو تاریخ نے کوئی شبہ باقی نہیں رکھا، طرفین کے مذہب کو اتنی روشنی کے ساتھ پیش کر دیا ہے کہ شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہی۔

(۸)

عین موقع جنگ پر لشکر عمر سعد میں عمرو بن الحجاج نے کھڑے ہو کر آواز دی

یا اهل الکوفة الزموا طاعتکم وجماعتکم ولا ترتابوا فی قتل من مرق من الدین وخالف الامام۔

Presented by Ziaraat.Com

سے اہل کوفہ امیر کی اطاعت اور اپنی متفقہ رائے پر سختی سے قائم رہو اور کوئی شک نہ کرو ان لوگوں کے قتل میں جو مذہب سے نکل گئے ہیں اور امام کی مخالفت کر رہے ہیں۔

امام حسینؑ نے یہ آواز سنی اور فرمایا اے عمرو بن الحجاج تو میرے خلاف جنگ کے لئے لوگوں کو آمادہ کر رہا ہے؟ کیا ہم مذہب سے نکل گئے اور تم مذہب پر قائم ہو؟ خدا کی قسم جب یہ چند روزہ زندگی ختم ہوگی اور موت کا مزہ چکھو گے اس وقت معلوم ہوگا کہ کون مذہب سے نکل گیا اور کون آتش جہنم میں سراپا جلنے کا مستحق ہے۔

(طبری ص ۲۴۹)

اب کوئی بتلائے کہ وہ کون سا مذہب ہے جس سے علیحدہ ہونے کا الزام امام حسینؑ پر لگایا جا رہا ہے اور یزید کی امامت کو تسلیم کرتے ہوئے مخالفت امام کا الزام تاریخ الخلفاء سیوطی کی روشنی میں کس جماعت کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے؟!!

(۹)

فرزند رسولؐ شہید ہو چکے اور حرم رسالت کی مخدرات اسیر ہو کر دربار ابن زیاد میں لائی گئیں اور ابن زیاد نے اعلان کرایا کہ لوگ مسجد جامع میں مجتمع ہوں۔ اس موقع پر ابن زیاد نے منبر پر جا کر جو تقریر کی ہے اس کا افتتاحی حصہ یہ ہے کہ:۔

Presented by Ziaraat.Com

الحمد لله الذی اظہر الحق واھلہ ونصر امیر المومنین یزید بن معاویۃ وحزبہ وقتل ۔ ۔ الحسین بن علی وشیعتہ

"خدا کا شکر جس نے حق اور اہل حق کو فتح عنایت کی اور خلیفۂ وقت یزید بن معاویہ اور اسکے گروہ کی مدد کی اور حسین بن علی کو انکے شیعوں سمیت قتل کیا۔" (طبری ص ۲۶۳)

اس سے بھی صریحاً ظاہر ہے کہ حسین کے ساتھ قتل ہونیوالی جماعت شیعہ تھی اور ان کے قتل کرنے والے اس جماعت سے تعلق نہ رکھتے تھے بلکہ وہ دشمن مذہب کے نام لیوا تھے جیسے ابن زیاد حق کہتے ہوئے اسکی فتح پر شکر ادا کر رہا ہے اور وہ یزید کو امیر المومنین اور خلیفۂ حق سمجھنے والی جماعت میں داخل تھے۔

(۱۰)

شہدائے راہ خدا کے سر ابن زیاد کے حکم سے زحر بن قیس کے ساتھ اسیر شام یزید بن معاویہ کے پاس بھیجے گئے اور زحر نے دربار میں آ کر فتح ونصرت کی مبارکباد دیتے ہوئے کربلا کا واقعہ اس طرح بیان کرنا شروع کیا۔

ابشر یا امیر المومنین بفتح اللہ ونصرہ ورد علینا الحسین بن علی فی ثمانیۃ عشر من اھل بیتہ وستین من شیعتہ فسرنا الیھم فسألناھم ان یستسلموا وینزلوا علی حکم الامیر عبید اللہ بن زیاد او القتال فاختاروا القتال

علی الاستسلام فغدونا علیہم مع شروق الشمس فاحطنا بہم من کل ناحیۃ حتی اذا اخذت السیوف مأخذھا من ھام القوم جعلوا یہربون الی غیر وزر ویلوذون منا بالآکام والحفر لواذا کما لاذ الحمائم من صقر فواللہ یا امیر المومنین ما کان الاجزر جزور او نومۃ قائل حتی اتینا علی آخرھم فہاتیک اجسادھم مجردۃ وثیابہم مرملۃ وخدودھم معفرۃ تصھرھم الشمس وتسفی علیہم الریح زوارھم العقبان والرخم۔

خوش ہو جیے اے امیر المومنین خدا کی فتح و نصرت سے آپکو معلوم ہونا چاہئے کہ حسینؑ بن علیؑ ہمارے سامنے آئے اور اُنکے ساتھ اٹھارہ آدمی انکے اہلبیت مین سے تھے اور ساٹھ آدمی اُن کے شیعون مین سے۔ ہم نے مطالبہ کیا کہ یا تو وہ تابع فرمان ہو جائین اور امیر عبید اللہ بن زیاد کے حکم کو تسلیم کرلین اور یا جنگ کرین مگر ان لوگون نے جنگ کو اختیار کیا۔ آفتاب نکلا ہی تھا کہ ہم اُنکی جنگ کے لئے چڑھ دوڑے اور ہر طرف سے اُنکا محاصرہ کر لیا یہانتک کہ جب اُنکے سرون پر ہماری تلوارون نے پورا قابو پا لیا تھا تو اونکی یہ حالت تھی کہ وہ چارون طرف بھاگتے پھر رہے تھے۔

(عقبنا چاہیے ظالم جھوٹ بول لے امیر شام کا دربار ہے اور زبان تیرے دہن مین اور کوئی ٹوکنے والا موجود نہین)

لیکن کہین پناہ نہ ملتی تھی اور وہ پہاڑیوں اور گڑھوں مین چھپتے پھرتے تھے اسی طرح جیسے کبوتر باز شکاری سے چھپتے پھرتے ہین۔ خدا کی قسم ای امیرالمؤمنین بس اتنی دیر لگی تھی کہ جیسے قصاب گوسفند کو ذبح کرے یا دوپہر کو کسی کی آنکھ لگ کر کھل جائے کہ ہم نے انکی پوری جماعت کو کاٹ ڈالدیا۔ اب یہ منظر آپ کے پیش نظر ہے کہ انکے جسم برہنہ پڑے ہین۔ اور انکے کپڑے خاک مین اٹے اور انکے رخسار خون مین بھرے ہین آفتاب پوری تمازت کے ساتھ اُن پر چمک رہا ہے اور ہوا کے جھونکے مٹی اڑا اڑا کر اُن پر ڈال رہے ہین اور طائران ہوا انکے گرد جمع ہین

طبری کے راوی کا بیان ہے (اگرچہ ہم کو اس کا یقین نہین کہ اس دردناک مرقع کا تصور کرکے یزید کی آنکھون مین آنسو بھر آئے (ص۲۶۹)

ابو حنیفہ دینوری کی کتاب الاخبار الطوال ص۲۵۶ اور دمیری کی کتاب حیوۃ الحیوان ج ا ص۳ مین بھی یہ تقریر موجود ہے لیکن وہان اسکی شمر بن ذی الجوشن کی طرف نسبت دی گئی ہے جو دور از قیاس نہین ہے۔

ہمارا مطلب اس جملے سے ہے کہ ستین من شیعتہ یعنی حسینؑ کے ساتھ اٹھارہ انکے اہلبیت اور ساٹھ انکے شیعہ تھے اب تو معلوم ہوا کہ حسینؑ کے قدم بہ قدم اس ثبات قدم و استقلال کے ساتھ جس کی نظیر پیش کرنے سے تاریخ قاصر ہے جان نثار کرنے والے شیعہ ہی تھے اور وہ کثیر التعداد جماعت کہ جو قتل حسینؑ کے لئے جمع ہوئی تھی شیعیت سے کوئی واسطہ نہ رکھتی تھی۔

Presented by Ziaraat.Com

(۱۱)

قتل حسینؑ کی خوشخبری ابن زیاد کی طرف سے مختلف اطراف میں بھیجی جا رہی ہے جن میں سے عبدالملک بن ابی الحارث سلمی قاصد بنا کر مدینہ بھیجا گیا کہ وہ عمرو بن سعید بن العاص کو جو اس موقع پر مدینہ کا حاکم تھا اس واقعہ کی خبر کرے۔

قاصد پہونچا اور حاکم مدینہ کو واقعہ سے مطلع کیا۔ اس نے کہا کہ اچھا جا کر مدینہ کے گلی کوچوں میں اس کا اعلان کر دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ عبدالملک ناقل ہے

فلم اسمع واللہ واعیۃ قط مثل واعیۃ نساء بنی ہاشم فی دورھن علی الحسین

"میں نے آج تک ایسا کہرام نہیں سنا تھا جیسا بنی ہاشم کی عورتوں میں گھروں کے اندر حسین پر کہرام برپا ہو گیا تھا"

یہ دیکھ کر عمرو بن سعید ہنسا اور عمرو بن معدیکرب کا یہ شعر مثال پڑھا۔

عجت نساء بنی زیاد عجۃ کعجیج نسوتنا غداۃ الارنب

یعنی آج ان عورتوں کو اسی طرح رونا پڑا ہے جیسے ہماری عورتیں ایک وقت میں رو چکی ہیں۔ پھر کہا کہ ھذہ واعیۃ بواعیۃ عثمان بن عفان

۶۸ھ

یہ کہرام بدلے میں ہے اس کہرام کے جو عثمان بن عفان کے قتل سے ہوا تھا (طبری) ہاں بے خبر دنیا چند روز کے لئے ہنسا رہی ہے تو ہنس لے لیکن یاد رکھ کہ اس کا نتیجہ سر ٹکرا کر رونے کے سوا کچھ نہیں عثمان کے خون کا بدلہ حسینؑ سے ؟!

Presented by Ziaraat.Com

اچھا یون ہی سہی لیکن یاد رہے کہ عثمان کے بعد اُن کے قاتل پھلے پھولے اور ایک طویل عرصہ تک دنیا میں زندگی بسر کی لیکن حسینؑ کے قاتل چند ہی روز میں اس طرح نیست و نابود ہو گئے کہ اونکا نام و نشان بھی باقی نہ رہیگا۔

یہ ہیں مسلمہ تاریخی شہادتیں جو قاتلانِ حسینؑ کے مذہب کی ترجمانی کر رہی ہیں ان کو شیعہ کہنے والے سامنے آئیں اور نکالیں طبری میں سے ان اوراق کو جو قاتلان حسینؑ کو غیر شیعہ بتلا رہے ہیں اور دریا برد کر دیں اُن تاریخون کو جو انکی ہمنوا ہیں اسوقت بے شک یہ جرأت کرنے کا موقع ہے کہ وہ پھر کہیں "قاتلان حسینؑ شیعہ تھے"

عام اہل کوفہ کا مذہب

یہ خیال اکثر دماغون میں گردش کرتا ہے کہ اہل کوفہ عام طور پر شیعہ مذہب رکھتے تھے کیونکہ وہ جمل و صفین و نہروان میں حضرت علیؑ کے شریک جنگ اور معاون و مددگار تھے اور اس طرح جو کچھ حضرت علیؑ کو اپنے اصحاب سے تکلیفیں پہونچیں وہ شیعون کی سیاہ کاریاں ہیں اور حضرت امام حسنؑ کو جو مصائب برداشت کرنا پڑے وہ بھی انہی کے ہاتھون اور یہی وہ لوگ ہیں جنھون نے امام حسینؑ کو شہید کیا اور اسکی سند میں حسب ذیل حوالے پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) حضرت مسلم نے جو پیغام امام حسینؑ کے پاس بھیجا تھا۔ اس میں لکھا تھا

Presented by Ziaraat.Com

لا یغررک اھل الکوفۃ فانھم اصحاب ابیک الذین تمنی فراقھم بالموت او القتل۔

اہل کوفہ کے فریب میں نہ آئیے کیونکہ آپ کے والد کے یہ وہی اصحاب ہیں جنسے بذریعہ موت یا قتل وہ جدائی کے متمنی تھے۔

(۲) خود حضرت نے اہل کوفہ کو مخاطب کرکے فرمایا۔

اگر شمارا سے دگر گون کنید و نہد شکنید و حبل بیعت از گردن فرو نہید قسم بجان من کہ از شما شگفت نباشد چہ با پدر من علی و برادر من حسن و پسر عم من مسلم جز این نکردید؟ (ناسخ التواریخ)

(۳) محمد حنفیہ نے جب مکہ میں امام کو سفر عراق سے منع کرنا چاہا تو کہا "اے برادر جو کچھ غدر و مکر اہل کوفہ نے آپ کے پدر و برادر کے ساتھ کیا آپ جانتے ہیں میں ڈرتا ہوں کہیں آپ سے بھی اسی طرح سلوک کریں (جلاء العیون)

لیکن مندرجہ ذیل دو تنقیحوں کے بعد یہ پوری تقریر بادر ہوا ثابت ہوتی ہے

(۱) حضرت علیؑ کی بیعت کرکے آپکے ساتھ لڑائیوں میں شریک ہونیوالوں نے آپکی رسولؐ کے بعد بحیثیت وصی برحق وخلیفۂ بلا فصل بیعت کی تھی یا پہلے دوسرے تیسرے دور کے بعد بحیثیت خلیفۂ رابع کے؟

(۲) حضرت علیؑ کو خلیفۂ چہارم ہونے کی حیثیت سے امام تسلیم کرنے والا کس مذہب کا شخص ہوسکتا ہے؟

ان دونوں سوالوں کا جواب تاریخ سے حاصل کرنے کی کچھ بھی ضرورت نہیں۔

تاریخی حیثیت سے یہ امر مسلم ہے کہ حضرت علیؑ کو ظاہری خلافت کے درجہ پر جو تھے ہی درجہ پر تسلیم کیا گیا تھا اور جس کے ساتھ والے لوگ خواہ کوفہ کے ہوں یا غیر کوفہ کے اکثر و بیشتر اسی حیثیت سے آپکی اطاعت کا فرض ادا کر رہے تھے اور یہ امر اصول مذاہب کے علم کا ماہر مسلمہ ہے کہ حضرت امیر کے متعلق بعد تھے نمبر پر خلافت کا اقرار شیعی جماعت کا عقیدہ نہیں ہے بلکہ سواد اعظم کا طرہ امتیاز ہے۔

اسکے بعد حضرت علیؑ کو اپنے اصحاب سے جو شکایتیں پیدا ہوئیں اور جو افسوسناک صورتیں پیش آئیں انکی ذمہ داری شیعی جماعت پر عائد کرنا صریحی ناانصافی ہے در حقیقت اگر علیؑ یا امام حسنؑ کو شیعوں کی جماعت ملتی یعنی وہ کہ جو علیؑ کو انکے حقیقی مرتبہ کے ساتھ پہچانے ہوئے تھے تو ان کی اطاعت و جان نثاری کی صورتیں مختلف ہوتیں

اب ہمارے اس بیان کی روشنی میں اگر آپ ان فقرات کو ایک مرتبہ دوبارہ پڑھو کر و لا یغرنک اہل الکوفۃ فانہم اصحاب ابیک۔ آپ اہل کوفہ سے دھوکا نہ کھائیں یہ وہی آپ کے والد کے اصحاب ہیں وغیرہ وغیرہ تو تمہیں نتیجہ بالکل برعکس نظر آئے گا اور معلوم ہوگا کہ کوفہ میں اکثریت اس مذہب کے لوگوں کی تھی جو حضرت کو چوتھے نمبر پر مان کر حضرت کے گرد آکر جمع ہو گئے تھے۔

اسکے بعد قاضی نور اللہ شوستری کا کہنا کہ اہل کوفہ جماعت ما قبل سے سبل گذار دیتی ہوئی کوئی اصل خلاف اصل و عقائد دینیہ است" یہ ذاتی خیال ہے جیسا کہ خود ... وارثین۔

اور پھر وہ اہل کوفہ کے تشیع کو مطابق ۱۲ ابواب ... دیتے ہوئے اکثر کے متعلق پہلو کو تمام دلیل بتلاتے ہیں اور ہم نے تاریخ تسنن کے مذہب پر کافی روشنی ڈال کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ انکو شیعہ مذہب سے کوئی تعلق نہ تھا اسلئے ان کی آڑ پکڑنا بالکل بے اصل ہے۔

شیعان کوفہ کی قتل حسینؑ سے بے تعلقی

کوفہ میں جماعت شیعہ کی تعداد، اہل کوفہ کے خطوط اور رائے عام کی نوعیت حضرت مسلم کی شہادت اور انقلاب کوفہ کے علل و اسباب جماعت شیعہ کی بیگناہی اور اسپر تاریخی نصوص و شہادت

قتل امام حسینؑ کا الزام اس جماعت اہل کوفہ پر عائد کرنا جو امام حسینؑ کی جھوٹی بلانیوالی تھی، اور یہ کہنا کہ وہ شیعہ ہی تھے واقعیت سے کوسوں دور ہے اور اس خیال کی حقیقت کو واضح کرنے کے لئے ضرورت ہے کہ صحیفہ تاریخ کے چند ورق پیچھے الٹ کر مطالعہ کیا جائے۔

Presented by Ziaraat.Com

شیعہ کہ جنھیں مذہبی حیثیت سے حقیقی معنی میں شیعہ کہا جاسکتا ہے اُنکی تعداد ابتدا ہی سے بہت کم تھی لیکن دوستی اہلبیت کا دم بھرنے والے اور اولاد ابو سفیان کے مقابلہ میں حضرت علیؑ کو حقدار خلافت سمجھنے والے جنھیں اس زمانہ میں شیعہ علی اور شیعہ اہل بیت کہا جاتا تھا اُنکی تعداد کافی تھی۔

گذرا ہے ایک وہ زمانہ کہ جب کوفہ شیعیان اہلبیت کا چھاؤنی رہا تھا لیکن ادھر معاویہ کا ممالک اسلامیہ پر تسلط ہوا اور کوفہ پر اپنے نامعلوم باپ کا بیٹا بن کر حاکم مقرر ہوا ادھر شیعیان کوفہ پر مظالم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور عراق کی چوڑی چکلی زمین اُن پر تنگ ہو گئی۔ اور ان کا ہر نفس آئندہ آنے والے خطرات کی پیشین گوئی کرتا اور ہر دقیقہ و ثانیہ اپنے آخری ہونے کا پیغام سناتا تھا۔

ابوالحسن مدائنی نے کتاب الاحداث میں اس زمانہ کی مرقع کشی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

کان اشد الناس بلاء حینئذ اھل الکوفۃ لکثرۃ من بھا من شیعۃ علی فاستعمل علیھم زیاد بن سمیۃ وضم الیہ البصرۃ وکان یتتبع الشیعۃ وھو بھم عارف لانہ کان منھم ایام علی فقتلھم تحت کل حجر ومدر واخافھم وقطع الایدی والارجل وسمل العیون وصلبھم علی جذوع النخل وطردھم وشردھم عن العراق فلم یبق بھا معروف منھم

Presented by Ziaraat.Com

معاویہ کے دور حکومت میں تمام لوگوں سے زیادہ مصیبت میں اہل کوفہ تھے اس لیے کہ وہاں شیعیان علیؑ کثیر تعداد میں موجود تھے، ان کا حاکم بھی زیاد بن سمیہ مقرر کیا گیا اور اس نے شیعوں کو پوری جستجو کے ساتھ گرفتار کیا اور وہ ان کو پہچانتا بھی خوب تھا کیونکہ علی کے زمانہ میں وہ انہی لوگوں کے ساتھ تھا، اس نے ان کو جان سے قتل کیا اور ہاتھ پاؤں قطع کیے اور آنکھوں میں سلائیاں پھروائیں اور درختوں پر سولیاں دلوائیں اور عراق سے جلاوطن کیا یہاں تک کہ کوئی مشہور و معروف شخص ان میں سے کوفہ کے اندر باقی نہیں رہا (نصائح کافیہ ص...)

اس صورت حال کے بعد ناممکن تھا کہ کوفہ کے اندر شیعہ جماعت کے لئے کوئی نمایاں حیثیت باقی رہتی بلکہ مارے جانے سولی پانے اور جلاوطن ہونے کے بعد جو بچے کھچے اشخاص موجود بھی تھے وہ گوشوں کے اندر اور پردوں کے نیچے زندگی بسر کرنے پر مجبور تھے اور شیعیت کا نام بھی زبان پر لانا اپنے استحقاق قتل کی دستاویز خیال کرتے تھے۔

مثل مشہور ہے کہ "ظالم کی رسی دراز ہوا کرتی ہے" زمانہ کے ورق الٹتے رہے لیکن قدرت کو ایک طویل زمانہ تک ان بیکسوں کا امتحان لینا منظور تھا، صورت حال دو ایک ماہ دو ایک سال نہیں بلکہ بیس سال تک قائم رہی، جس میں بچے جوان اور جوان بوڑھے اور بوڑھے فنا ہو گئے۔ شیعیت ایک مخصوص بامعرفت اور صاحب ایمان جماعت میں مخفی حیثیت سے پرورش پا رہی تھی اور وہ جماعت کوفہ کی اتنے بڑے

شہر میں گمنامی کی زندگی بسر کر رہی تھی
رؤسائے عشائر اور شیوخ قبائل، ذمہ دار و باعتبار اشخاص سب حکومت
وقت کے ساختہ و پرداختہ اور اسکی خیر خواہی و وفاداری کی قسم کھائے ہوئے
اور شاہی مذہب کے حلقہ بگوش و عقیدت کیش تھے
رہ گئی عام خلقت جس پر انقلابات کا دارومدار ہوتا ہے وہ بلا استثنا
ہر ملک میں اور ہر جگہ "ہر کسے سکہ زند خطبہ بنامش خوانند" کے مطابق ہوا کے
رخ پر اڑنے والی اور زمانہ کے غیر معمولی حوادث سے سرعت کے ساتھ رنگ بدلنے
والی ہوا کرتی ہے
ان میں ایک ایسا اچانک امر جس میں جوش انگیزی کی طاقت ہو وہ انقلاب
پیدا کر سکتا ہے جو برسوں کی دعوت و تبلیغ پیدا نہیں کرتی۔
اسکے نمونے حکومتوں کے تغیر و تبدل اور سلاطین کے عزل و نصب کی صورتوں
میں ہمیشہ نظر سے گذرتے رہتے ہیں اور وہ اکثر و بیشتر اسی قسم کی ناگہانی صورتوں
کا نتیجہ ہوتے ہیں
بیشک بیس سال تک صورت حال ایک طرح رہنے کا سبب یہی تھا کہ اس
مدت میں کوئی تازہ حادثہ رونما نہیں ہوا جو رجحانات طبعی سے ٹکرا کر انکو سیلاب
کی طرح کسی خاص طرف متوجہ کر سکے۔
۶۰ھ کے رجب کا مہینہ وہ تھا کہ جسمیں امیر معاویہ نے انتقال کیا اور انکا

Presented by Ziaraat.Com

امزد کردہ خلیفہ و جانشین آپکا بیٹا یزید ہوا۔ ایسے ہی واقع وہ ہوتے ہیں جو پرسکون فضا میں تموج اور مطمئن سطح میں تلاطم پیدا کرتے ہیں۔ فطرۃً ہر شخص ایک فرمانروا کے بعد اسکے جدید والی سلطنت اور قسمت کے مالک کی سابقہ زندگی اور اس کے اخلاق و عادات اور ذاتی خصوصیات کے متعلق معلومات حاصل کرنے میں لذت محسوس کرتا ہے اور بیک وقت مختلف حلقوں اور مجامعتوں میں یہی چرچے شروع ہوجاتے ہیں۔

یزید کے اخلاق و عادات، اُسکی مےنوشی اور شہوت رانی، اُسکی طفلانہ جولانی اور لہو و لعب میں سرگرمی۔ احکام شرعیہ سے آزادی اور خواہشات نفس کی پرستاری ایسی نہ تھی جو مخفی حیثیت رکھتی ہو۔

جاننے والوں کو یاد آگیا اور انجام کا نقشہ آنکھوں میں پھر نے لگا اور نہ جاننے والوں کو پوچھ کچھ میں معلوم ہوا کہ ہمارا ہونے والا خلیفہ و مالک سلطنت ان صفات و عادات کا شخص ہے۔

یقیناً اس کا نتیجہ تھا کہ ایک عام بےچینی، اضطراب اور نفرت و بیزاری کا جذبہ سینوں میں پیدا ہو جائے اور آس کے ساتھ آنکھیں گردش کرنے لگیں کہ کون ہے جو اس آڑے وقت پر کام آسکے اور اُن ذمہ داریوں کو جو سلطنت و خلافت کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں لیکے کاندھے پر اٹھا کر اُمت اسلامیہ کو اس بدکردار خلیفہ کے ہاتھ سے چھٹکارا دے۔

اسی کے ساتھ یہ خبریں بھی مشتہر ہوئیں کہ حسین بن علیؑ نے یزید کی خلافت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے اور وہ اسی لیے مدینہ سے مہاجرت کر کے مکہ معظمہ آ گئے ہیں اور یہ طے کر لیا ہے کہ جو کچھ بھی ہو یزید کی بیعت نہ کریں گے

اسوقت شیعوں کی اس جماعت کو جو بنی امیہ کے طویل مدت تک مختلف طرح کے صبر آزما مظالم برداشت کرتے کرتے عاجز آ چکی تھی اور ہر وقت وہ آل حضرت احدیت کی جانب سے کشائش و نصرت کی منتظر تھی اپنی مایوسیوں کی ظلمت سے چھائی ہوئی تاریکی میں امید کی شعاعیں نظر آنے لگیں اور انکے ضمیر نے آواز دی کہ اس موقع سے بہتر کوئی موقع نہ ملیگا اور اسوقت کا سکوت اپنی آنکھ اپنی خودکشی کا مرادف ہوگا۔

یہ سوچ کر سلیمان بن صرد صحابی رسولؐ کے گھر میں مجتمع ہوئے سن رسیدہ اور تجربہ کار سلیمان نے جو رسالت آبؐ کی آنکھیں دیکھے ہوئے اور امیرالمومنین علی بن ابیطالبؑ کے ساتھ لڑائیوں میں شریک ہو کر مجمع کو ان الفاظ سے مخاطب کیا۔

ان معاویۃ ھلک وان حسینا قد تقبض علی القوم ببیعتہ وقد خرج الی مکۃ وانتم شیعتہ وشیعۃ ابیہ فان کنتم تعلمون انکم ناصروہ ومجاھدو عدوہ فاکتبوا الیہ وان خفتم الوھل والفشل فلا تغروا الرجل من نفسہ

"معاویہ کا انتقال ہوا اور حسینؑ نے یزید کی بیعت سے انکار کیا ہو اور وہ مکہ معظمہ چلے گئے ہیں آپ لوگ انکے اور انکے پدر بزرگوار کے شیعہ ہیں اگر آپ سابق یقین

Presented by Ziaraat.Com

لکھتے ہوں کہ اُنکی نصرت و مدد مین اور اُنکے دشمنون سے جنگ مین کوتاہی نہ ہوگی تو بسم اللہ آنکو خط لکھیے اور اگر سستی و کمزوری کا خوف ہو تو برائے خدا ایک شخص کو فریب دیکر اُسکی جان کو خطرہ مین نہ ڈالیے۔

الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ سلیمان ایک مقرر کے فرض کو ادا کرتے ہوئے گرجتے برستے الفاظ سے وقتی جوش کو برانگیختہ اور الفاظ کی طاقت سے رگوں مین خون دوڑا کر اپنے مقصد کو حاصل کرنا نہین چاہتے بلکہ وہ مجمع سے خود اُنکے موجودہ جوش و ولولہ کی آخری تھاہ اور متوقع اقدام عمل پر اُسکی انتہائی کارفرمائی کا جائزہ لینا چاہتے ہین اور اسی کے ساتھ تمام موقع کی نزاکت اور آیندہ کے خطرات کا اندازہ کرا دینا مقصود ہے۔ یہ امر فطری ہے کہ جذبات کی برانگیختگی کے موقع پر انسان کو اپنی طاقت کا اندازہ مشکل سے ہوتا ہے اور وہ عواقب کی فکر اور سخت مواقع پر اپنے ثبات قدم و استقلال کی تشخیص مین غلطی کر جاتا ہے بہرحال مجمع کے اندر اُنکے بڑھتے ہوئے جوش نے بالآخر وہ کام کیا جو پانی کا چھینٹا اُٹھتے ہوئے آگ کے شعلون مین کرتا ہے۔ ایک مرتبہ سب بول اُٹھے کہ نہین نہین ہم یقیناً اُنکے دشمنون سے جنگ کرینگے اور اپنی جانین حضرت کے قدمون پر نثار کرینگے۔

یہ جمعیت کتنی تھی؟ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ وہ کسی میدان یا عالیشان قصر امارت کے وسیع صحن کی رہین منت نہ تھی بلکہ وہ عربی ساخت کے مختصر مکانات مین سے جنکے نمونے آجتک عربستان مین نظر آجاتے ہین ایک مکان یعنی سلیمان بن صرد کے

Presented by Ziaraat.Com

گھر میں مجتمع ہو گئی تھی۔

مذکورۂ بالا سوال و جواب اور اسکے الفاظ میں بیشک صداقت کا جوہر نظر آرہا ہے اور دہ بولنے والوں کے باطنی ضمائر کی ترجمانی کر رہے ہیں لیکن وہ آئندہ ہونیوالے اگہانی انقلابات کا کہانتک مقابلہ کر سکتے ہیں اسکا فیصلہ مستقبل ہی کے ہاتھ ہے سلیمان بن صرد کی حجت تمام ہو چکی تھی خط امام حسینؑ کے نام بدین عنوان لکھا گیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لحسین بن علی من سلیمان بن صرد والمسیب بن نجبۃ ورفاعۃ بن شداد وحبیب بن مظاہر وشیعتہ من المومنین والمسلمین من اہل الکوفۃ

اسکے بعد معاویہ کے انتقال پر اظہار مسرت کیا گیا تھا اور لکھا تھا کہ۔

انہ لیس علینا امام فاقبل لعل اللہ ان یجمعنا بک علی الحق والنعمان بن بشیر فی قصر الامارۃ لسنا نجتمع معہ فی جمعۃ ولا نخرج معہ الی عید ولو قد بلغنا انک قد اقبلت الینا اخرجناہ حتی نلحقہ بالشام ان شاء اللہ والسلام ورحمۃ اللہ۔

ہمارے سر پر کوئی امام نہیں ہے لہذا آپ تشریف لائیے شاید آپکی وجہ سے ہم حق کی نصرت پر ہم آہنگ ہو سکیں اور نعمان بن بشیر دار الامارہ میں موجود ہے ہم اسکے ساتھ نماز جمعہ میں شریک نہیں ہوتے اور نہ عیدگاہ جاتے ہیں۔ اگر ہم کو خبر معلوم ہو جائیگی کہ آپ تشریف لا رہے ہیں تو ہم اسکو یہاں سے نکالکر شام جانے پر مجبور کر دینگے والسلام

Presented by Ziaraat.Com

اس خط کو عبد اللہ بن سبیع ہمدانی اور عبد اللہ بن وال کے ہاتھ روانہ کیا گیا اور یہ سب سے پہلا خط ہے جو امام کو مکہ معظمہ میں دسویں ماہ رمضان کو ملا۔

جمعیت منتشر ہوئی اور اب ہر ایک نے اپنے حلقہ اثر میں اس تحریک کو پھیلانا شروع کیا اور دو ہی دن کے عرصہ میں ۱۵۳ عرضداشتیں طیار ہوگئیں جو ایک دو تین یا چار آدمیوں کے دستخط سے مختص اور یہ سب خطوط قیس بن مسہر صیداوی اور عبد الرحمن بن عبد اللہ بن کدن ارحبی اور عمارہ بن عبید سلولی کے ہاتھ روانہ کیے گئے۔ اس اضطراب اور روحانی تلاطم کے سبب سے جو یزید کی خلافت کے باعث عام طور پر پیدا تھا اور جس میں کسی مذہب یا مسلک کا افتراق نہ تھا ان حضرات کی مذکورہ بالا تجویز کا ہر طرف سے خیر مقدم کیا گیا اور وہ لوگ جو شیعیت کا جذبہ نہ رکھتے تھے وہ بھی اس خیال سے نہیں کہ حسین تمام دنیا کو چھوڑ کر امامت کے مستحق ہیں بلکہ اس خیال سے کہ یزید ایسے شراب خوار و فاسق سے حسین بن علیؑ ایسی کامل و لائق ہستی یقینا مسلمانوں کے لیے بہتر ہے اس تحریک کے گرمجوشی کے ساتھ مؤید نظر آنے لگے جس کو دیکھکر ان افراد کو جو حقیقتاً اس تجویز کے محرک تھے یہ یقین پیدا ہو گیا کہ رائے عام ہمارے ساتھ ہے اور اب کامیابی ہمارے قدم سے وابستہ لیکن درحقیقت یہ فریب نظر تھا، عام خلقت کو اس تحریک سے ہمدردی ویسی ہی تھی جیسے آندھی کے رخ پر اڑتے ہوئے پرند۔

اس غلط اندیشی کا نتیجہ یہ ہوا کہ یا تو پہلے خط میں لعل اللہ ان یجمعنا بک

Presented by Ziaraat.Com

کی لفظیں ہم وار جارا، جتماع واتفاق کا خیال توقع کی صورت میں ظاہر کر رہی تھیں اور یہاں اب آخری خط پر زور الفاظ میں لکھا جاتا ہے جو مضبوط یقین اور کامل اعتماد کا مظہر ہے۔

لحسین بن علی من شیعتہ من المومنین والمسلمین اما بعد فحی ھلا فان الناس ینتظر ونک ولا رأی لھم فی غیرک فالعجل العجل والسلام علیک۔

تشریف لائیے جلد اسلئے کہ لوگ آپ کے منتظر ہیں اور آپ کے سوا کسی کی اتباع تسلیم کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہیں لہذا جلدی کیجئے جلدی والسلام۔

اس خط کو ہانی بن ہانی سبیعی اور سعید بن عبداللہ حنفی کے ذریعہ روانہ کیا گیا تھا۔

اب تک جو کارروائیاں ہو رہی ہیں وہ اجتماعی کہی جا سکتی ہیں اسلئے کہ اُن میں جماعت شیعہ اور اُس کے ذمہ دار نمایندے پیش پیش نظر آرہے ہیں اور وہ کارروائیاں اس خط پر ختم ہو گئیں جو اپنے مضمون کے اعتبار سے بھی بالکل آخری کہا جا سکتا ہو۔ لیکن اسکے بعد ایک خط کوفہ سے جاتا ہوا نظر آتا ہے امام حسینؑ کے نام جس کے الفاظ یہ ہیں:

امابعد فقد اخضر الجناب وایعنت الثمار وطمت الاجمام فاذا شئت فاقدم علی جند لک مجند والسلام علیک۔

Presented by Ziaraat.Com

"کھیتیاں لہلہا رہی ہیں اور میوے درختوں میں رسیدہ ہیں اور تالاب لبریز ہیں بس جب آپ چاہیں تشریف لائیں ایک ایسے لشکر کی جانب جو آپ کے لئے آراستہ موجود ہے والسّلام"

اس پر سات آدمیوں کے دستخط ہیں شیث بن ربعی حجار بن ابجر یزید بن حارث۔ زید بن رویم۔ عزرۃ بن قیس۔ عمرو بن الحجاج زبیدی محمد بن عمیر تمیمی (ان واقعات کے لئے ملاحظہ ہو طبری ج ۶ ص ۱۹۷)

ذرا پہلے خطوط اور اس خط میں عنوان کی حیثیت سے موازنہ کرو۔ اُن خطوط میں سے ہر خط میں برابر اپنے تشیع و ایمان کا حوالہ ہے معاویہ و آل معاویہ کے غصب خلافت کا تذکرہ ہے حسین بن علیؑ کے استحقاق امامت کا اعتراف ہے لیکن اس خط میں یہ کچھ بھی نہیں۔

اسکے علاوہ یہ سات آدمی اگر اُسی جمعیت کے رکن تھے جو امام حسینؑ کو دعوت دینے کی بانی تھی تو اُن اجتماعی خطوط میں ان کا کہیں نام کیوں نظر نہیں آتا۔ وجود یہ لوگ کوئی گمنام اشخاص نہیں بلکہ رؤسائے عشائر اور شیوخ قبائل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ناممکن تھا کہ سلیمان بن صرد اور مسیب بن نجبہ اور رفاعہ بن شداد اور حبیب بن مظاہر ایسے محراب عبادت میں زندگی گذارنے والے بے اثر و رسم اشخاص کا تو اُس میں نام ہو اور یہ لوگ نظرانداز کر دیئے جائیں پھر جبکہ وہ عملی ایک آخری کارروائی کر چکی تھی جس میں بہ زور الفاظ میں تعجیل کی درخواست

Presented by Ziaraat.Com

تھی تو اب ان اشخاص کو ایسا انفرادی مکتوب لکھنے کی کیا ضرورت تھی؟
اور پھر میری قوت شامہ کو تو اس خط کے طرز تحریر اور اسکے الفاظ سے بھی کوئی خلوص و محبت کی بو محسوس نہیں ہوتی بلکہ برعکس اسکے مجھ کو اسکے اندر استہزا و تمسخر کا جوہر کارفرما نظر آرہا ہے۔
آخر حسین کو لہلہاتی کھیتیوں سے کیا کام اور رسیدہ میووں سے کیا غرض اور لبریز تالابوں سے کیا مطلب؟ پھر اس میں امام حسینؑ کی تشریف آوری کی دعوت کا بھی پتہ نہیں ہے بلکہ آنے نہ آنے کو آپ کی مشیت پر محول کرکے ایک خبر رسانی کی سی صورت ہے کہ یہاں یہ طیاریاں ہوگئی ہیں جب آپ کا دل چاہے تشریف لائیے۔
ان وجوہ سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ان اشخاص کو اس جماعت سے کہ جو شیعہ کہی جا سکتی تھی کوئی تعلق نہ تھا بلکہ یا تو جب دیکھا کہ خطوط اس قدر جا چکے ہیں کہ امام حسینؑ ضرور ہی انکے مطالبہ کو پورا کرکے تشریف آوری عراق کا ارادہ کریں گے اور موجودہ صورت حال کی بناء پر انکو کامیابی بھی حاصل ہوگی تو ہم بھی ہیں پانچویں سواروں میں کی مثل کے مطابق یہ چاہا کہ ہم بھی خطوط لکھنے والوں میں شمار کر لئے جائیں اس طرح حضرت کی حکومت ہونے پر جسکے توقعات قائم ہو چکے ہیں ہم سے بدظنی نہ پیدا ہوگی اور یا اسکے اندر کوئی باطنی سازش مضمر تھی جس کی بناء پر متفقہ طور سے یہ خط لکھا گیا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

اور لکھنے کی بات ہے کہ ان خطوط لکھنے والوں میں سے جو جماعت شیعہ کے نام سے گئے ہیں ایک شخص کی بھی موجودگی واقعۂ کربلا میں امام حسینؑ کے مقابل نہیں پائی جاتی بلکہ ان میں سے حبیب بن مظاہر نے کربلا میں امام حسینؑ کے قدموں پر جانبازی کے ساتھ دم توڑ کر ہمیشہ کے لیے سرخروئی حاصل کی اور ان اشخاص میں سے جو خطوط کے لیجانے والے تھے سعید بن عبداللہ حنفی نے اس طرح جان نثار کی جس کی نظیر کسی شہید کے یہاں نظر نہیں آتی۔

ظہر کے بعد جب لڑائی نے زور پکڑا اور خونخوار دشمنوں کا لشکر امام حسینؑ کے نزدیک پہنچ گیا اسوقت یہ جانباز امام کے سامنے کھڑا ہو گیا اور جو تیر حسینؑ کیطرف آتا تھا اسکو اپنے سینہ پر روکتا تھا۔ آخر اتنے تیر پڑے کہ وہ جان نثار مردہ ہو کر زمین پر گر پڑا (طبری ص ۲۵۲)

اور عبدالرحمن بن عبداللہ بن کدن ارحبی روز عاشور امام حسینؑ سے اجازت لیکر میدان قتال میں آئے اور یہ رجز پڑھا۔

صبرا علی الاسیاف والاسنۃ   صبرا علیہا لدخول الجنۃ

پھر جنگ کی یہاں تک کہ شہید ہوئے (ابصار العین ص ۷۵)

اور قیس بن مسہر صیداوی نے اپنی زندگی کے آخری نفس تک جس صداقت و استقلال کے ساتھ اپنے فرض کو ادا کیا اس کا تذکرہ صفحۂ تاریخ پر زریں حروف میں ہمیشہ ثبت رہیگا۔

Presented by Ziaraat.Com

اسوقت کہ جب امام حسینؑ نے بطن الرمہ سے اہل کوفہ کے نام خط دیکر انکو روانہ کیا اور حصین بن تمیم کے ہاتھوں جو قادسیہ میں ناکہ بندی پر مقرر تھا یہ گرفتار ہوکر ابن زیاد کے پاس لائے گئے اور اُس نے حکم دیا کہ قصر دارالامارہ پر جاکر حسین بن علیؑ کے بارے میں کلمات نازیبا استعمال کریں۔ یہ موقع تھا جسکو قیس نے بہترین موقع تبلیغ کا سمجھا اور بالائے قصر جاکر بلند آواز سے کہا۔

ایھا الناس ان ھذا الحسین بن علی خیر خلق اللہ ابن فاطمۃ بنت رسول اللہ وانا رسولہ الیکم وقد فارقتہ بالحاجر فاجیبوہ

سب کو معلوم ہونا چاہئیے کہ حسین فرزند علی و فاطمہ اسوقت خلق خدا میں سب سے افضل و بہتر ہیں اور وہ مقام حاجر تک پہونچ چکے ہیں۔ میں انہی کا بھیجا ہوا ہوں اب تم سب اُنکی آواز پر لبیک کہو۔

یہ لفظیں ختم ہوئی ہی تھیں کہ ابن زیاد کے حکم سے آنکو قصر دارالامارہ کی بالائی سطح سے نیچے گرادیا گیا اور اُس شہید راہ خدا کی ہڈیاں سرمہ سا ہوگئیں (طبری ص۲۲۴)

ان خطوط کے لکھنے والے شیعہ تھے اور اُنکی برادرت قتل حضرت سید الشہداء سے یقینی طور پر ثابت ہے۔

بخلاف اس کے آخری خط جس پر سات آدمیوں کے دستخط تھے ان میں سے پانچ شخص شبث بن ربعی اور حجار بن ابجر اور عزرۃ بن قیس

اور عمرو بن حجاج زبیدی اور یزید بن حارث مسلّماً واقعہ کربلا میں موجود اور
قتل امام حسینؑ میں شریک تھے اور بقیہ دو کے نام اگرچہ کسی موقع پر نظر نہیں آتے
لیکن قرائن کی رو سے قرین قیاس ہے کہ انھوں نے بھی اپنے ساتھیوں
کا ساتھ دیا تھا۔

یہ وہی اشخاص ہیں جن کے متعلق کافی وضاحت کے ساتھ ثابت کر دیا
گیا ہے کہ نہ انھوں نے اپنے تئیں شیعہ لکھا تھا اور نہ واقعات کی بنا پر
ان کا جماعت شیعہ سے کوئی تعلق معلوم ہوتا ہے۔

امام حسینؑ نے اہل کوفہ کے متواتر خطوط دیکھ کر احتیاطی تدبیر یہ کی
کہ مسلم بن عقیل کو اپنا نمائندہ بنا کر ایک تحریر کے ساتھ روانہ کیا
جس میں لکھا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من حسین بن علی الی الملأ من المومنین والمسلمین اما بعد
فان هانئا وسعیدا قدما علیّ بکتبکم وکانا آخر من قدم علیّ من رسلکم
وقد فهمت کل الذی قصصتم وذکرتم ومقالة جلکم انه لیس
علینا امام فاقبل لعل اللہ ان یجمعنا بک علی الهدی والحق
وقد بعثت الیکم اخی وابن عمی وثقتی من اهل بیتی وامرته

ان یکتب الی بحالکم و امرکم و رأیکم فان کتب الیّ انہ قد اجمع رأی ملأکم و ذوی الفضل والحجی منکم علی مثل ما قدمت علیّ بہ رسلکم و قرأت فی کتبکم اقدم علیکم وشیکا ان شاء اللہ فلعمری ما الامام الّا العامل بالکتاب والآخذ بالقسط والدائن بالحق والحابس نفسہ علی ذات اللہ والسلام

ہانی اور سعید تمھارے خطوط کو لیکر پہونچے، اور یہ دو شخص تمھارے سب سے آخری قاصد ہیں جو میرے پاس آئے ہیں، میں نے جو کچھ تم لوگوں نے لکھا تھا اسکو غور سے پڑھا اور سمجھا، تم میں سے اکثر کا قول یہ ہے کہ ہمارے سر پر کوئی امام نہیں آپ آئیے شاید خدا ہم کو آپکی بدولت حق پر مجتمع کر دے، اچھا تو اب میں تمھاری جانب اپنے بھائی اور چچا کے بیٹے اور اپنے محل اعتماد عزیز قریب کو روانہ کرتا ہوں اور انھیں حکم دیدیا ہے کہ وہ مجھ کو تمھارے حالات و خیالات سے مطلع کریں، اگر انھوں نے لکھا کہ تمھاری جماعت اور اہل حل و عقد افراد نے اتفاق کر لیا ہے اُس امر پر جس کو تم نے اپنے خطوط میں ظاہر کیا ہے تو میں عنقریب تمھاری طرف آتا ہوں اور امام کے کوئی معنی نہیں سوائے اُس شخص کے جو کتاب الٰہی پر عامل اور عدالت کا پابند اور حق کا تبیع اور اپنی ذات کو خدا کی مرضی پر وقف کئے ہوئے ہو والسلام (طبری ج ۶ صفحہ ۱۹۷ و صفحہ ۱۹۸)

Presented by Ziaraat.Com

آخری لفظوں میں درحقیقت خط لکھنے والوں کے عقیدۂ تشیع کی لطیف عنوان سے اصلاح ہے، اُنکا تشیع حقیقۃً صرف محبت اہلبیت اور اُنکے مقابلہ میں دوسروں کو نااہل حکومت وخلافت سمجھنے تک محدود تھا لیکن معارف صحیحہ اور عقائد حقہ جو فرقۂ شیعہ میں بحکم عقل وتعلیم اہلبیت علیہم السلام مسلم حیثیت رکھتے ہیں وہ اُنکی نگاہوں سے اوجھل تھے۔

اُن کے خطوط کے اندر یہ جملہ پیش نظر آتا ہے کہ لیس علینا امام "ہمارے سروں پر کوئی امام موجود نہیں" حالانکہ اگر صحیح معرفت امام اُن کے دلوں میں موجود ہوتی تو وہ سمجھتے کہ امام کی امامت کسی فوج ولشکر اور تاج وتخت کی محتاج نہیں اور وہ اب نہیں بلکہ دس برس پیشتر سے حسینؑ بن علیؑ کے لیئے محفوظ ہے، وہ اس کی محتاج نہیں ہے کہ حسینؑ آ کی جماعت میں آکر آنکی نصرت حاصل کریں اور اُنکے اتفاق واتحاد سے فائدہ اُٹھائیں تب امامت کا انعقاد ہو۔

امام نے اپنے اس جملہ میں کہ ما الامام الا العامل بالکتاب الخ مسئلۂ حقیقت امر پر مطلع فرمایا ہے "کتاب الٰہی پر عامل اور عدالت کا پابند اور اپنی ذات کو ہر حرکت وسکون میں لازمی طور سے خدا کی مرضی پر وقف کیئے ہوئے" اسی تفصیل کا اجمال اور اصطلاحی مفاد "معصوم" ہے اور مطلب یہ ہوا کہ امام کے لیئے کسی قہر وغلبہ کی حاجت نہیں ہے بلکہ جو بھی معصوم ہو وہ بہر حال

Presented by Ziaraat.Com

امام تب۔

یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اس خط کی عبارت سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ مسلم بن عقیل جنگ پر مامور نہ تھے اور نہ کوفہ کی تسخیر کے لئے بھیجے گئے تھے بلکہ وہ صرف ایک نمایندہ کی حیثیت رکھتے تھے جو کوفہ کی رائے عام اور وہاں والوں کے حالات خیالات کا حضرت سید الشہداء کے متعلق اندازہ کر کے حضرت کو اس سے مطلع کریں۔

حضرت مسلم کے ورود کوفہ کے موقع پر طبری اور دیگر مستند تاریخوں نے جو حالات قلمبند کئے ہیں اُنکی بنا پر سلیمان بن صرد خزاعی کی موجودگی کوفہ میں پائی نہیں جاتی ورنہ مسلم کو مختار بن ابو عبیدہ ثقفی کے گھر میں اُترنے کی ضرورت نہ تھی۔[1]

جبکہ سلیمان بن صرد اس تحریک کے روح رواں اور قائد اعظم تھے اور کوفہ کی جماعت شیعہ میں سب سے زیادہ موجہ اور با اقتدار تھے جسکی تصدیق اُن الفاظ سے ہوتی ہے جو رفاعہ بن شداد نے اس موقع پر کہے ہیں کہ جب یہ لوگ بعد قتل امام حسینؑ انتقامی تدابیر پر غور کرنے کے لئے

[1] مجھ کو معلوم ہے کہ بعض کتب مقاتل میں مسلم کا ابتدائی قیام سلیمان بن صرد کے مکان پر بتلایا گیا ہے لیکن مستند تاریخی شہادتیں اسکے خلاف ہیں۔

جمع ہوئے ہیں اور مسیب بن نجبہ نے صورت حال کو پیش کرتے ہوئے کسی رئیس کے انتخاب کی تحریک کی ہے اسوقت رفاعہ نے کہا۔

ان رأیت ورأی اصحابنا ذالک ولینا ھذا الامر شیخ الشیعۃ صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وذا السابقۃ والقدم سلیمان بن صرد المحمود فی باسہ ودینہ والموثوق بحزمہ

"اگر سب کی رائے ہو تو ہم اس مہم کی قیادت وسرکردگی سلیمان بن صرد کے سپرد کریں جو شیخ الشیعہ اور رسالتماب کے صحابی اور ہم سب پر مقدم اور کارہائے نمایاں کیے ہوئے شخص ہیں جنکی شجاعت و دیانت دونوں قابل تعریف وثنا اور موقع بینی وآزمودہ کاری محل اطمینان ہے (طبری جلد ۷ ص ۴۹)

انکی موجودگی میں مسلم بن عقیل کو انہی کے یہاں قیام کرنا ناگزیر تھا اور پھر مسلم کے دوران قیام میں اسوقت کہ جب حالات سازگار تھے اور لوگ بیعت کے لئے ٹوٹے پڑ رہے تھے وہاں بھی سلیمان کا کہیں تذکرہ نظر نہیں آتا اور حضرت مسلم کی دعوت پر پہلا جو اجتماع ہوا اس کے مقررین کی فہرست میں بھی سلیمان کا نام نہیں ہے حالانکہ عرب کی سابقہ وحسالی تہذیب کے مطابق اگر سلیمان بن صرد موقع پر موجود ہوتے تو سب سے آگے

اسی کو سب سے پہلے زبان کھولنے کا اور کسی تقریر کرنے کا حق نہ تھا۔

اور اگر سلیمان باوجود وہاں ہونے کے کسی وجہ سے مسلم کی نصرت کی پہلو تہی کرتے تو سلیمان کی نمایاں شخصیت کو دیکھتے ہوئے تاریخ میں یہ واقعہ اہمیت کے ساتھ درج نظر آتا کہ سلیمان ایسے شخص نے مسلم سے بوقت ورود ہی علیحدگی اختیار کی اور اس کا نتیجہ سب سے بڑا جو ہوتا وہ یہ کہ مسلم کو اس تلخ تجربہ کے بعد اہل کوفہ کی وفاداری اور ثبات قدم و استقامت کے متعلق وہ خوشگوار توقعات قائم نہ ہوتیں جن کے باعث وہ امام حسینؑ کو لکھتے کہ آپ ضرور یہاں تشریف لائیے۔

حضرت مسلم نے مختار بن ابو عبیدہ کے مکان پر قیام کیا اور جن جن اشخاص کو اطلاع ہوتی گئی وہ مسلم کے پاس شرف زیارت حاصل کرنے کے لیے آتے گئے۔ جب کافی مجمع ہو گیا تو مسلم نے امام کا خط جو جماعت شیعہ کے نام تھا پڑھ کر سنایا جس سے مجمع میں کافی جوش کے آثار ظاہر ہوئے اور عابس بن ابی شبیب شاکری نے کھڑے ہو کر حمد وثنائے الٰہی کے بعد اپنے ذاتی خیال کو ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

انی لا اخبرک عن الناس ولا اعلم ما فی انفسهم وما اغرک منهم باللہ احدثک بما انا موطن نفسی علیہ واللہ لاجیبنکم اذا دعوتم ولاقاتلن معکم عدوکم ولاضربن بسیفی

دونکم حتی نلقی اللہ لا ارید بذلک الا ما عند اللہ۔

"مجھ کو عام لوگون کے متعلق کسی اظہار خیال کا حق نہین اور نہ مجھے معلوم ہے کہ اُنکے دلون مین کیا ہے اور نہ مین اُنکی طرف سے وکالت کرکے آپکو فریب مین ڈالنا چاہتا ہون لیکن یہ تا وہ ظاہر کرتا ہون جس کو مین نے اپنے دل مین ٹھان لیا ہے خدا کی قسم مین جس وقت بھی آپ دعوت دیگر لبیک کہتا ہوا حاضر ہونگا اور آپ کے ہمراہ دشمنون سے جنگ کرونگا اور آپکے سامنے شمشیر زنی کرونگا یہان تک کہ اس زندگی کو ختم کرکے اپنے خدا سے ملاقات کرون اور میرا مقصد اس سے سوائے جزائے اخروی کے کچھ نہ ہوگا"

یہ تقریر ختم ہوا تھی کہ حبیب بن مظاہر کھڑے ہوگئے "مرحبا جزاک اللہ کتنی مختصر لفظون مین تم نے اپنے ذاتی خیالات کو واضح کردیا"

پھر حضرت مسلم کی طرف خطاب کرکے "خدا کی قسم میرا بھی ذاتی خیال وہی ہے جو عابس بن ابی شبیب نے اپنی لفظون مین ادا کیا"

ایسی ہی لفظون مین سعید بن عبد اللہ حنفی نے تائید کی اور مجمع متفرق ہوا۔

خط کے مضمون کی بنا پر اس کارروائی کا مقصد واضح ہے یعنی یہ عہد و پیمان اس امر کے متعلق نہ تھا کہ مسلم کوئی جارحانہ اقدام کرنا چاہتے ہین اور اس مین یہ لوگ مسلم کی معاونت کرین گے اور نہ اسوقت یہ وہم و خیال

کسی دل و دماغ مین گردش کر رہا تھا کہ چند ہی روز مین تن تنہا مسلم کے مقابل فوج آتی ہوگی اور اس لئے اس تمام جماعت کو طیار رہنا چاہئے بلکہ یہ عہد و پیمان حضرت امام حسینؑ کی تشریف آوری کی پیش نہاد اور اوس موقع کے لئے ان لوگون کے عزائم و نیات کے اندازہ کے لئے تھا۔

مسلم بن عقیل کے ورود کی خبر کوفہ مین عام طور پر مشہور ہوگئی اور وہ عام فضا کے لحاظ سے جو اس تحریک یعنی امام حسینؑ کو دعوت کے متعلق ابتدا ہی سے کوفہ مین پیدا ہوگئی تھی اور جس کے اسباب وضاحت کے ساتھ درج کئے جاچکے ہین ہر شخص نے اس خبر کا مسرت کے ساتھ استقبال کیا۔

بقول شخصے کہ خلقت بھیڑیا دھسان ہوتی ہے جدھر ایک چلا اُدھر سب یزید کی خلافت سے بسبب اُسکی سیاہ کاریون کے بیزاری ایک طرف حسینؑ بن علیؑ کی ہر دلعزیزی نہ مذہبی نقطہ نظر سے بلکہ اپنے اخلاق و کمالات کے لحاظ سے دوسری جانب وہ لوگ کہ جو مسلم بن عقیل کی تحریک کے مبلغ و داعی تھے اُنکی ذاتی وجاہت و تعلقات تیسری جانب اور کل جدید لذیذ کے طبیعی قانون کے مطابق ہر تازہ تحریک مین جو لذت یا جذب ہوتا ہے وہ چوتھی جانب ان تمام باتون کا ملکر نتیجہ تھا کہ حضرت مسلم کے ہاتھ پر ایک ہفتہ کے اندر اٹھارہ ہزار کوفیون نے بیعت کی۔

لیکن کیا یہ سب شیعہ تھے ؟ کیا کوفہ مین زیاد و آل زیاد کی پچیس سال

Presented by Ziaraat.Com

حکومت کے بعد جس میں کھنچی ہوئی تلواریں اور جلادوں کے ہاتھ رابرابتی سفاکی میں مشغول رہے اور دست وپا سروزبان کے قطع وبرید کا سلسلہ برابر جاری رہا کوفہ میں پچیس ہزار کی آبادی میں شیعہ موجود ہو سکتے تھے۔

اور جب یہ نہیں تو کیا مذکورۂ بالا عارضی اسباب سے جو رائے عام ہموار ہوئی ہوگا رہیں کوئی وزن باثبات و استقرار ہو سکتا ہے۔

بیشک جب اس تحریک کے ابتدائی محرک اشخاص کو رائے عام کی نوعیت سمجھنے میں غلطی ہوئی حالانکہ وہ وہیں کے رہنے والے پروردہ اور تجربہ یافتہ تھے تو مسلم بن عقیل کو جنھیں اس شہر کے حالات کا تجربہ بھی حاصل نہ تھا صورت حال کی تشخیص میں دھوکا ہونا قابل تعجب نہیں ہے۔

مسلم کی تحریک کو چلانے والے ان کی صدا پر سب سے پہلے لبیک کہنے والے اور سب سے پہلے اجتماع میں جانبازی کا اقرار کرنیوالے اور رائے عام کو ہموار کرکے مسلم کی نصرت وبیعت پر آمادہ کرنے والے بیشک سب شیعہ تھے اور ان کا کام یہی تھا کہ وہ رائے عام کو مسلم بن عقیل کے موافق بنا دیں جس میں ان کو خاطرخواہ کامیابی ہوئی لیکن آئندہ کے انقلابات کوئی دوسری صورت پیدا کرینگے اسکی ذمہ داری ان پر عائد نہیں ہو سکتی بیشک ان لوگوں نے اپنے اقرار وفا اور عہد جانبازی پر بہترین طریقہ سے عمل کیا اور جو کہا تھا اوسے کر دکھایا جسکے مشاہدہ کے لئے مستقبل کا انتظار کرنا چاہیئے۔

Presented by Ziaraat.Com

مسلم بن عقیل کو حالات امید افزا نظر آرہے ہیں۔ امام حسینؑ کو خط بھی لکھ دیا ہے کہ کوفہ آپ کے ساتھ ہے تشریف لائیے مقامی حکومت کے طرز عمل کو دیکھتے ہوئے انکو اپنی نسبت بھی کوئی خطرہ محسوس نہیں ہو رہا ہے جسکی بناء پر وہ اپنی حفاظت کے لئے احتیاطی تدبیر عمل میں لائیں۔

کوفہ میں یہ خبر گرم ہے کہ اب بہت جلد ہی حسین بن علیؑ تشریف لانے والے ہیں اور اس وجہ سے ہر طرف ایک خاص چہل پہل نظر آتی ہے اور حلقہ جماعت جماعت لوگ بیٹھ کر اس مسئلہ پر اظہار خیالات کرتے ہیں اور بے چینی کے ساتھ دیدہ براہ ہیں لیکن ... تو نہیں معلوم کہ کوفہ کے اندر ایک جماعت موجود ہے جو ان تمام منصوبوں کو خاک میں ملا دینے پر آمادہ ہے اور وہ اموی حکومت کے خیر خواہ دوست اور وہ لوگ ہیں کہ جنھیں حسینؑ بن علیؑ کی سلطنت کے بعد اموال خلق پر بیجا تصرفات کا حق باقی نہ رہیگا۔ انہی کی جانب سے مخفی کارروائی یہ ہوئی کہ یزید سے حاکم حال کو معزول کر کے ایک مدبر اور سفاک حاکم کا مطالبہ کیا اور وہاں قرعۂ فال عبید اللہ بن زیاد کے نام پر نکلا، عبید اللہ کوئی اور نہیں وہ زیاد کا بیٹا اور معاویہ کا ایک معنی سے بھتیجا ہے اور یہ خاندان وہ ہے جس پر مکاری و غداری کا خاتمہ تھا۔

چنانچہ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ابن زیاد نے اپنی نقل و حرکت کو بالکل صیغۂ راز میں رکھا تاکہ اُس کا ورود کوفہ میں اچانک حیثیت سے ہو اور

Presented by Ziaraat.Com

پھر راستہ مین جبکہ کوفہ نزدیک رہ گیا اُس نے اپنی وضع مین تغیر پیدا کر کے ایک سیاہ عمامہ سر پر باندھا اور چہرہ پر اُسی طریقہ سے جو عرب میں گرمیوں کے دنون مین سخت موقعون پر مرسوم ہے ایک ڈھاٹا باندھ لیا جسکی بنا پر شناخت ناممکن ہو گئی

ایک مرتبہ شہر پناہ کوفہ کے اندر یہ نقشہ نظر آیا کہ آگے آگے عربی گھوڑے پر ایک رئیس قوم پورے وقار و تمکنت کے ساتھ سیاہ عمامہ سر پر باندھے جو اشراف عرب کا امتیازی نشان تھا اور اُس کے پیچھے ایک شاندار قافلہ زین و لجام، ساز و سامان سے آراستہ اس حشم و خدم کو دیکھکر اُن توقعات کی بنا پر جو قائم تھیں وہی ہونا چاہیئے تھا جو ہوا یعنی ہر شخص یہی سمجھا کہ حسینؑ بن علیؑ تشریف لائے ہین اور اُس قائم شدہ اثر کی بنا پر جو دلون مین تھا جس جماعت کی طرف سے عبید اللہ کا گذر ہوتا تھا وہ بنظر تعظیم کھڑے ہوکر آداب بجا لاتی تھی اور "خوش آمدید" کے معنون مین یہ الفاظ زبان پر جاری ہوتے تھے کہ مرحبا بک یا ابن رسول اللہ قدمت خیر مقدم

ابن زیاد کسی کو کچھ جواب نہ دیتا تھا بلکہ آوازون کو سنتا، چہرون کو بغور دیکھتا، شکل و شمائل کو پہچانتا چلا جا رہا تھا یہان تک کہ مجمع زیادہ ہو گیا اور لوگ اشتیاق مین گھرون سے نکل آئے اور ہر شخص بخیال خود فرزند رسول کے زیارت کی تمنا مین آگے بڑھنے لگا اور نوبت یہ پہونچی کہ راہ چلنے

مین رکاوٹ پیدا ہوئی اُسوقت مسلم بن عمرو باہلی نے جو ابن زیاد کے ساتھ تھا پکار کر کہا:

ناخروا ھذا الامیر عبید اللہ بن زیاد" راستہ چھوڑ دو،

یہ حسینؑ نہین امیر عبید اللہ بن زیاد ہین"

نہ معلوم ان الفاظ مین کونسا اثر تھا کہ بڑھتے ہوئے قدم اور اُٹھے ہوئے ہاتھ اور مسرت آمیز ترانے سب موقوف ہوگئے اور سناٹا سا چھا گیا مجمع بھی منتشر ہوا اور جس وقت ابن زیاد دار الامارہ مین پہونچا ہے تو دس آدمیون سے زیادہ اُسکے ساتھ نہ تھے (طبری جلد ۶ صفحہ ۲۰۰ و ۲۰۱)

اب ذرا فطری رجحانات پر غور کرتے ہوئے اہل کوفہ کے موجودہ باطنی اضطرابات کا اندازہ کرو، ایک تو اچانک حادثہ جو غیر متوقع صورت سے ظہور پذیر ہو وہ خود سنسنی پیدا کر دیا کرتا ہے، اُس پر یہ صورت حال کہ انھون نے اپنے ہاتھون اپنے خلاف جاسوسی کے فرض کو ادا کیا یعنی اپنے باطنی خیالات وجذبات اور حسینؑ بن علیؑ کے ساتھ خلوص وعقیدت کو خود ابن زیاد کے سامنے بوقت ورود پیش کر دیا، اور ابن زیاد نے صاف ایک ایک کے چہرہ اور آواز کو پہچان رکھا ہے اور ابن زیاد وہ ہے کہ جس کی اور جس کے باپ کی تلوار کے نیچے بیس برس تک اس تمام خلقت کی گردنین اس طرح خم رہی ہین کہ جس کو چاہا گرفتار کیا، سولی پر لٹکا دیا یا جلاد کے ہاتھ

Presented by Ziaraat.Com

سے اُس کی ڈنگ گردن کو قطع کرادیا اور ایسے ہیبت ناک مناظر انہی ہاتھوں
سے آنکھوں کے سامنے آچکے ہین جنکو سوچ کراب تک رونگٹے کھڑے
ہوجاتے اور دل ہلجاتے ہونگے اور اب وہی صورتین اپنے اور اپنی
اولاد اور اعزا و اقارب کے لئے پیش نظر ہین کیا یہ وجود ایسے نہ تھے
جنکی بنا پر دل و دماغ معطل قوائے عمل سلب اور طاقتین مضمحل
اور ہمتین پست ہوجاتین اور دلون پر عظیم خوف و ہراس کا غلبہ ہوجاتا۔

عربستان مین ابتک یہ طریقہ موجود ہے اور مجھکو نہین معلوم دوسرے
ممالک مین بھی اسکی نظیر پائی جاتی ہے یا نہین کہ بڑے شہرون مین ہر محلہ کا
ایک مختار محلہ ہوتا ہے جو اُس محلہ کی مردم شماری، وارد و صادر، زائیدہ
و مردہ،، شادی شدہ و غیر شادی شدہ وغیرہ امور کے تشریحات کا مقامی
حکومت کی طرف سے ذمہ دار ہوتا ہے اور اگر کوئی شخص اُس محلہ سے کسی
جرم کا مرتکب ہو یا کہین مفرور ہو اُسکی جواب دہی، بسراغرسانی کی ضمانت بھی اُسی
سے تعلق رکھتی ہے۔

ابن زیاد نے مسجد جامع مین ایک تہدیدی تقریر کے بعد سب سے پہلا
جو کام کیا وہ یہ کہ تمام محلات کوفہ کے ذمہ دار اشخاص کو جن سے عرافت یعنی
مختاری محلہ کا منصب تعلق رکھتا تھا بلاکر یہ فرمان جاری کیا کہ جلد سے جلد
ہر محلہ کی مردم شماری اور جو لوگ نووارد ہین اُنکی فہرست اور جن لوگون سے

Presented by Ziaraat.Com

حکومت شام کو خطرہ ہے انکے نام ادارۂ حکومت محلیہ مین پیش کر دیئے جائین
اور اگر وہ کسی وجہ سے ان ناموں کے تفصیل وار لکھنے سے معذور ہون تو
ضمانت داخل کرین کہ ان کے محلے مین سے کوئی متنفس بھی حاکم شام کی مخالفت
پر آمادہ نہو گا اور اسکے خلاف ظاہر ہوا تو اس مختار محلہ کو خود اس کے گھر
کے دروازہ پر سولی دی جائے گی اور اس کے خاندان سے ہمیشہ کے لئے
اس منصب کو علیحدہ کر لیا جائے گا۔ (طبری ص۲۰)

یہ مضبوط تدبیر ایسی نہ تھی جس کی کامیابی مشتبہ ہو، کوفہ کا چپہ چپہ
جاسوس و مخبرین کی کثرت سے غیر محفوظ نظر آنے لگا اور مارشل لا کے ایسے
سخت قانون مین وہ تنبیہی طاقت نہین جو اس صورت سے پیدا ہوئی اسلئے
کہ اب ہر شخص خاص اپنے محلہ مین ایک گھر سے دوسرے گھر جاتے ڈرتا
جھجکتا اور اپنی جان کے خطرہ کا احساس کرتا تھا اور اس طرح دس آدمیون
پانچ آدمیون کا بھی ایک جگہ جمع ہو کر کسی امر پر گفتگو کرنا اور کوئی قرارداد
طے کرنا ناممکن ہو گیا۔

اس صورت حال کے بعد کوفہ کی رائے عام کا منقلب ہو جانا کوئی عجیب
امر نہ تھا جبکہ اس اٹھارہ ہزار کی جمعیت مین جنھون نے بیعت کی تھی سب
کے اندر کوئی مذہبی روح بھی کارفرما تھی جو انکو سخت موقع کے لیے اپنی
جان کو خطرات مین ڈالنے پر استقلال سے آمادہ رکھتی بلکہ اس جم غفیر کے

Presented by Ziaraat.Com

اتفاق و اجماع کی نوعیت وہی تھی جس کے اسباب کو کچھ ہی پہلے ہدیۂ ناظرین کیا جا چکا ہے۔

یہ پہلا وقت تھا کہ مسلم بن عقیل کو اپنی جان کے خطرہ کا اندازہ اور مقصد کی پامالی کا احساس ہوا، اب انکا صرف ایک فرض رہ گیا تھا کہ وہ حفاظت خود اختیاری کے اصول پر جہاں تک مقدور ہو اپنے تحفظ کے لئے احتیاطی تدابیر عمل میں لائیں، اسکے لئے انھیں مختار بن ابو عبیدہ کا مکان جس میں وہ اب تک مقیم تھے غیر محفوظ نظر آیا اس لئے کہ انکا قیام وہاں مشہور ہو چکا تھا اور پھر اگر کوئی وقت آئے تو ان کی حمایت کرنیوالا کوئی نہ ہو، مختار بن ابو عبیدہ شریف تو تھے ہی لیکن صرف ایک زمیندار کی حیثیت رکھتے تھے کسی بڑے قبیلہ کے سردار نہ تھے اور پھر وہ خود آنے والے واقعات سے بیخبری کی حالت میں چند روز سے اپنے موضع پر گئے ہوئے تھے (طبری جلد ۷ ص ۵۸)

لہذا مسلم نے اپنے لئے اس سے بہتر کوئی صورت نہ دیکھی کہ وہ غیر معلوم طریقہ پر ہانی بن عروہ کے گھر میں منتقل ہو جائیں اور ہانی کی تائید حاصل کر لینا مسلم کے لئے کوئی معمولی امر نہ تھا اس لئے کہ یہ قبیلۂ مراد و مذحج کے سردار تھے اور جب نکلتے تھے تو بارہ ہزار آہن پوش سوار ہمراہ رکاب چلتے نظر آتے تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

مسلم نے ہانی کے گھر مین پناہ لے کر ظاہری اسباب کی بنا پر لپنے تئین بارہ ہزار شمشیر زن بہادرون کی آغوش مین ڈالدیا ہے کہ جو اُن کے حفظ جان و آبرو کی بہترین ضمانت ہو سکتی ہے۔

ہانی نے مسلم کو مخفی طور پر اپنے یہان رکھا اور سوائے مخصوص افراد کے جو محل اعتماد تھے کسی کو اس راز کی اطلاع نہ تھی۔ افراد شیعہ کو جو اس تحریک کے بانی تھے اپنی ناکامیابی کا بھیانک منظر سامنے نظر آ گیا تھا لیکن وہ مستقل مزاجی کے ساتھ ایسے تدابیر مین مصروف تھے جن سے صورت حال کی اصلاح ہو سکے چنانچہ مسلم بن عوسجہ اسدی حضرت مسلم کے معتمد خاص اور وکیل عام تھے کہ وہ آپ کی جانب سے مخفی طور پر لوگون کی ہمدردی حاصل کرین اور اُن سے امام حسینؑ کی بیعت لین اور ابو ثمامہ صائدی امانت دار یا خزانچی کی حیثیت رکھتے تھے کہ جو کچھ اموال جمع ہون اُن کو اپنی تحویل مین رکھکر اپنی صوابدید سے سلاح جنگ وغیرہ خرید کرین۔

معقل نے جو ابن زیاد کا غلام تھا ایک شیطانی مکر و تزویر کے ساتھ اظہار تشیع کر کے مسلم بن عوسجہ سے حضرت مسلم کے جائے قیام کا پتہ لگا یا اور ابن زیاد کے پاس سراغ رسانی کی جسکی بنا پر ابن زیاد نے ہانی بن عروہ کے پاس ملاقات کا پیغام بھیجا۔

Presented by Ziaraat.Com

ہانی کو اُن تحفظات پر جو انھوں نے مسلم بن عقیل کے اخفا میں کی تھیں کامل اعتماد تھا اور اسی غرور کا نتیجہ تھا کہ ابن زیاد کے دعوتی پیغام پر اُن کے دل میں کسی قسم کا خطرہ نہ گذرا اور نہ انھوں نے اس موقع پر اپنے بارہ ہزار ہوا خواہوں میں سے کسی ایک کو بھی واقعہ سے اطلاع دینے کی ضرورت محسوس کی بلا خوف و خطر تن تنہا ابن زیاد کے پاس چلے گئے راز فاش ہو چکا تھا اور دروغ گوئی بےسود اور اقرار کے بعد اپنے مہمان کو حوالہ کر دینے سے انکار مشتعل کن، آخر بڑھے لیکن بات کے کہتے ہانی کا سر و چہرہ خون میں رنگین نظر آیا اور ابن زیاد کے حکم سے وہ قید خانہ بھیج دیے گئے

سردار بنی زبیدہ عمرو بن الحجاج ہانی بن عروہ کا برادر نسبتی تھا اُسے اطلاع ہوئی کہ ہانی قتل کر ڈالے گئے تو وہ مذحج کے بہت سے زرہ پوش سوار لیکر دارالامارہ پر چڑھ دوڑا اور تلواروں کی جھنکار گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز نے ہانی کے دل میں رہائی کی توقعات پیدا کر دیئے لیکن افسوس کہ شریح قاضی کی فہمائش اور اس کہنے سے کہ ہانی قتل نہیں ہوئے ہیں بلکہ بعض مصالح سے ایک محدود زمانہ تک نظربند کر دیئے گئے ہیں وہ سب مطمئن ہو کر واپس گئے۔

حضرت مسلم کے لئے یہ موقع بہت سخت تھا، اُنکا پناہ دینے والا وفادار اور مستقل مزاج بہادر ہانی بن عروہ اُن کی وجہ سے زد و کوب

Presented by Ziaraat.Com

کی توہین اذیت تکلیف برداشت کر کے دشمن کے قید خانہ مین ہے اور مسلم کے گھر مین خاندان مراد کی عورتین یا عزتا ہ یا ثکلاہ کہکر نالہ و شیون کر رہی ہین۔

کیا اب بھی مسلم بن عقیل چھپے ہوئے بیٹھے رہتے یا اس خوف سے کہ یہان میرا قیام معلوم ہو گیا ہے کسی دوسرے قابل اعتماد شخص کے یہان جاکر مخفی ہوجاتے۔ لا واللہ! غیرت بنی ہاشم کا یہ تقاضا نہ تھا، انھون نے یہ طے کر لیا کہ اب نہین تو پھر کبھی نہین۔

طبری نے صاف طور پر تصریح کی ہے کہ لم یکن خروجہ یوم خرج علی میعاد من اصحابہ انما خرج حین قیل لہ ان ھانی بن عروۃ المرادی قد ضرب وحبس" مسلم کا جنگ کے لئے نکلنا اپنے ساتھیون کی اطلاع کے بغیر تھا اور کوئی قرار داد اس دن کے متعلق نہ ہوئی تھی، وہ ایک مرتبہ اسوقت کھڑے ہو گئے جب ان کو معلوم ہوا کہ ہانی بن عروہ مرادی کو زد و کوب کے بعد قید کیا گیا ہے۔

(طبری جلد ۷، ص ۵۸)

واقعہ کی ناگہانی حیثیت کو دیکھتے ہوئے اب یہ توقع تو کبھی نہین جا سکتی کہ وہ ۱۸ ہزار بیعت کرنے والے سب ایک دم مین مسلم کے گرد جمع ہوجاتے اور جنگ مین انکے ساتھ شرکت کرتے اور پھر جبکہ کوفہ کے محلہ بھی ایک

Presented by Ziaraat.Com

دوسرے سے متصل نہیں بلکہ کافی فاصلہ رکھتے تھے۔ ہاں یہ محلہ کہ جس میں مسلم کا قیام تھا کافی وسعت رکھتا تھا اور اسی کے اطراف میں مسلم کے گرد اگرد چار ہزار آدمی موجود تھے اور مسلم کی طرف سے جونہی "یا منصور امت" کا نعرہ بلند کیا گیا جو پہلے سے قرارداد کے مطابق ان کا شعار یعنی امتیازی نعرۂ جنگ تھا تو اس وقت شرماشری وہ چار ہزار آدمی مسلم کے پاس جمع ہوگئے لیکن اس محدود وقت میں جبکہ جنگ کے پہلے سے کچھ آثار نہ تھے وہ شاہی منظم فوج سے کہاں تک مقابلہ کے لئے طیاری کر سکے ہونگے اسکا فیصلہ ناظرین کی رائے پر ہے۔

اسی کا نتیجہ تھا کہ ابھی مسلم قصر دارالامارہ تک پہونچنے نہ پائے تھے کہ وہ لوگ واپس جانا شروع ہوگئے اور پہونچتے پہونچتے صرف تین سو رہ گئے لیکن ابن زیاد اس خیال سے کہ مسلم کے ساتھ کوئی بڑی جمعیت ہے قصر کے اندر قلعہ بند ہوگیا اور مسلم نے بنی مراد کی ایک جماعت کو لئے ہوئے قصر کا محاصرہ کر لیا رفتہ رفتہ دوسرے لوگ بھی آتے گئے یہانتک کہ مسلم کے پاس کافی اجتماع ہوگیا اور ظہر سے شام تک برابر زد و خورد ہوتی رہی۔

موجودہ جمعیت کہ جو مسلم کے ساتھ محاصرہ میں شریک ہے

Presented by Ziaraat.Com

درحقیقت مختلف قبائل کے مخلوط مجموعہ کا نام ہے اور قبائل کی روح
شیوخ واشراف قبائل ہیں نہ جو ہمارے سابقہ بیانات کے مطابق
حکومت وقت کے ہواخواہ اور پابند فرمان ہیں اور ابن زیاد نے
بروقت بیش بندی یہ کی ہے کہ آج صبح سے شیوخ واشراف کو بلا کر
اپنے پاس زیر حراست رکھ لیا ہے کہ اُن سے حسب موقع کام نکالا جائیگا
اب ابن زیاد نے پہلی تدبیر تو یہ کی کہ شہر کی ناکہ بندی کرا دی یعنی چار راہوں
اور عام راستوں پر پہرے بٹھلا دیئے کہ کوئی مسلم کی مدد کو نہ آسکے اور صورت
واقعہ کی بنا پر یہ امر لازمی تھا کہ مسلم کی مدد کو آنے والے مجتمع حیثیت سے کسی
لشکر کے ساتھ نہ آتے بلکہ اکا دکا جسکو خبر ہوتی جاتی وہ تنہا یا اپنے بھائی
بندوں کی معیت میں مسلم کے ساتھ شرکت کے لیے آتا اور وہ فوراً گرفتار
کرلیا جاتا۔ چنانچہ عبدالاعلے بن یزید کلبی اپنے گھرانے کے کچھ نوجوانوں
کو ساتھ لیے ہوئے آرہا تھا جس کو کثیر بن شہاب نے گرفتار کیا اور
محلہ بنی عمارہ کی طرف سے عمارہ بن صلخب ازدی نے ہتھیار جسم پر آراستہ
کرکے چاہا تھا کہ مسلم کے پاس آئیں لیکن محمد بن اشعث نے گرفتار کرلیا۔ یہ دونوں
جانباز مسلم وہانی کی شہادت کے بعد پسر زیاد کے حکم سے قتل کر ڈالے گئے

(طبری جلد ۶ ص ۲۰۶)

اس طرح مسلم سے مختلف اطراف وجوانب کی مدد قطع ہوگئی۔ دوسری

Presented by Ziaraat.Com

جانب اشراف قبائل مامور ہوئے کہ وہ سطح دارالامارہ پر جا کر اپنے اپنے قبیلے کے لوگوں کو پکار کر حکومت شام کی جانب سے تخویف وتہدید کریں اور مسلم کی شرکت سے علیحدہ ہونے پر مامور کریں چنانچہ ان لوگوں نے ہمدردانہ لہجہ میں قسمیں کھا کھا کر اپنے اپنے قبیلہ والوں کو یقین دلایا کہ عنقریب مرکزی حکومت شام کی جانب سے عظیم الشان فوجیں آنیوالی ہیں جس کے بعد تمہارا جان ومال واولاد سب تلف ہو جائیگا۔

دمشق سے فوجیں آنے کی خبر ایسی نہ تھی جو اضطراب پیدا نہ کرے اس خبر سے ایک عام دہشت پیدا ہو گئی۔ حالت یہ تھی کہ

ان المرأة كانت تاتي ابنها واخاها فتقول انصرف الناس يكفونك ويجيئ الرجل الى ابنه واخيه فيقول غدا ياتيك اهل الشام فما تصنع بالحرب والشر انصرف فيذهب به

عورتیں اپنے باپ بھائی کے پاس آتی اور کہتی تھیں کہ چل دو اس سے چل دوسرے لوگ کافی ہیں اور باپ یا بھائی اپنے بیٹے بھائی کے پاس آکر کہتا تھا کہ کل دمشق سے لشکر آجائے گا پھر تو کیا کرے گا۔ چل لڑائی سے کنارہ کشی کرکے اور مجبور کرکے اسے اپنے ساتھ واپس لیجاتا تھا

(طبری م ۲۰۸)

Presented by Ziaraat.Com

نتیجہ یہ ہے کہ مسلم تنہا رہ گئے اور آخر ایک خون ریز صف آرائی کے بعد درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

اب شہر مین خوف و دہشت کی کامل عملداری اور رعب و ہیبت کا پورا دور دورہ تھا لوگ گھرون سے نکلنا خطرناک سمجھتے تھے اور اس لئے چارون طرف سناٹا اور ہو کا عالم تھا اور ایک کو ایک کی خبر نہ تھی۔

انتہا ہی کہ وہی ہانی بن عروہ جن کے ہمراہ رکاب ۱۲ ہزار مسلح سوار ہوتے تھے اور جن کے قتل کی غلط خبر سننے پر دارالامارہ کھنچی ہوئی تلوارون کے حلقہ مین آگیا تھا آج مشکین کسے ہوئے بازار مین لائے جا رہے مین" وہ پکار رہے ہین کہ وا مذحجاہ ولا مذحج لی الیوم وا مذحجاہ و این منی مذحج "کہان ہین میرے قبیلہ والے بہادر بنی مذحج ، ہائے نہیں آج میرے لئے مذحج نظر نہین آتے" لیکن کوئی ایک متنفس بھی انکی طرف رخ کرتے دکھلائی نہین دیتا یہان تک کہ ابن زیاد کا غلام ترکی اپنی تلوار سے انکے سر و تن مین جدائی کر دیتا ہے

یہی عبرت خیز مناظر وہ ہین جو دنیا کی ہر حقیقت کو مجاز اور روایت کو اعتبار قرار دینے کا تخیل پیدا کر دیتے ہین اور جاہ و ثروت یا قوم و قبیلہ کی کثرت پر اعتماد کو غلط سمجھنے پر مجبور کرتے ہین۔

شیعیان اہلبیت اور حسین ع بن علی ع کے ہمدرد جو مٹھی بھر سے زیادہ

Presented by Ziaraat.Com

نہ تھے اس وقت عجب عالم مین تھے، انکو چھپنے کے لئے گوشہ ان کی تنہا تھی جنکا اندیشہ ہو رہا تھا۔ ابن زیاد کو معلوم تھا کہ عنقریب حسینؑ بن علیؑ تشریف لانے والے ہین اوراگرچہ ہمتین پست ہو چکی ہین لیکن اُن کے آنے سے کہین پھر انقلاب پیدا نہ ہو جائے لہذا اس نے تلاش کر کے جن جن اشخاص سے اندیشہ ہو سکتا تھا انھین قید کرنا شروع کیا چنانچہ مختار بن ابو عبیدہ ثقفی جو مسلم کے خروج کے موقع پر کوفہ مین موجود نہ تھے اور اُسی دن اطلاع پاکر آئے لیکن ایسے وقت پہونچے کہ مسلم کی جنگ ختم ہو چکی تھی اور عمرو بن حریث نے رایت امان بلند کیا تھا کہ جو شخص اسکے نیچے چلا آئے اُس کا جان و مال محفوظ ہے لیکن مختار کو امان نہ ملی اور وہ پابزنجیر کر دیئے گئے اور اسی طرح عبداللہ بن حارث بن نوفل اور دیگر اشخاص،

ادھر حاکم اعلیٰ یزید نے بھی مسلم بن عقیل کے قتل کی خبر معلوم ہونے کے بعد ابن زیاد کو حسینؑ بن علیؑ کے قصد عراق پر مخصوص طور سے توجہ دلاتے ہوئے لکھا۔

انہ قد بلغنی ان الحسین بن علی قد توجہ نحو العراق فضع المناظر والمسالح واحترس علی الظن وخذ علی التہمۃ

"مجھ کو خبر معلوم ہوئی ہے کہ حسینؑ بن علیؑ عراق کی طرف متوجہ ہو چکے ہین

اب تم ہوشیاری کے ساتھ جاسوس مقرر کرو اور سنگرنا کرو اور جو ہم وگمان بھی خطرہ کا ہو تو اس سے تحفظ کرو اور بدگمانی جس پر ہو اسے فوراً گرفتار کرلو

(طبری ص۲۱۵)

اب کیا تھا۔ قید وبند کا سلسلہ جاری ہو گیا اور جیلخانے قیدیوں سے چھلکنے لگے اس سیاست کی نوعیت کا اندازہ ابن زیاد کی اس تقریر میں جو یزید کی ہلاکت کے موقع پر اس نے کی ہے اس فقرے سے ہوتا ہے۔

وما ترکت لکم ذا ظنتہ اخاف علیکم الا وھو فی سجنکم، کوئی ایسا شخص نہیں جس پر گمان بھی ہو سکتا تھا کہ وہ حکومت کی مخالفت کریگا مگر یہ کہ وہ قیدخانہ کے اندر ہے۔ (طبری جلد ۷ ص ۱۸)

نیز اس گفتگو سے جو اس موقع پر جبکہ وہ بعد ہلاکت یزید بصرہ سے فرار ہو کر دمشق جا رہا تھا راستہ میں داؤد بن شریح یشکری سے کی ہے جسمیں اس نے کہا کنت اقول لیتنی کنت اخرجت اھل السجن فضربت اعناقھم میں ابھی اپنے دل میں کہہ رہا تھا کہ کاش میں نے اُن لوگوں کو جو قیدخانہ میں بند تھے نکالکر گردن زدنی کا حکم دیدیا ہوتا اسلئے کہ وہی لوگ بعد میں انقلابات کا سبب ہوئے (جلد ۷ ص۲۰)

اس صورت سے حکومت کی طرف سے شہر کے داخلی حالات پر پورا قابو حاصل کر لیا گیا جس کے بعد کسی متنفس میں اتنی طاقت نہ رہی کہ وہ مخالفت

کا نام بھی زبان پر لائے۔ اب اُس کی توجہ خارج کی طرف ہوئی کہ کہین بصرہ
و مدائن اور دیگر اطراف کے لوگ رجحان شیعہ کافی تعداد مین ہین آکر
کوئی دراندازی نہ کرین، نیز جبکہ علی بن علیؑ کے ان کا آنا قریب زمانہ مین تھی ہم
ونکے ساتھ کسی ساز و باز کے لئے کوئی جماعت باہر نہ جانے پائے۔
اس کے لئے حدود کی ناکہ بندی ہوئی اور قادسیہ مین جو حجاز و عراق و شام
کے خطوط سیر کا محل اجتماع تھا کئی ہزار سوارون کے ساتھ حصین بن تمیم کو مقرر
کیا گیا جواب تک کوتوال شہر کی حیثیت رکھتا تھا اور واقصہ سے لیکر قطقطانہ
لعلع، اور خفان اور اطراف و جوانب مین جو شام اور بصرہ کے راستے تھے
اُن سب مین لشکر پھیلا دیا گیا یہان تک کہ نہ کوئی شخص آسکتا تھا اور نہ باہر
جا سکتا تھا چنانچہ قیس بن مسہر صیداوی اور عبداللہ بن یقطر جو امام حسینؑ
کے فرستادہ اہل کوفہ کے نام خط لیجا رہے تھے وہ اسی قادسیہ مین پہونچکر
حصین کے ہاتھون گرفتار ہوئے اور خود حضرت سید الشہدا رجب اِن حدود
مین پہونچے اور صحرائی عربون سے حالات کو دریافت کیا تو اُنھون نے کہا لا واللہ
ما ندری غیر انا لا نستطیع ان نلج ولا نخرج خدا کی قسم ہمین اور کچھ نہین
معلوم لیکن اتنا ہے کہ ہم نہ اندر جا سکتے ہین اور نہ باہر نکل سکتے ہین۔
حر بن یزید ریاحی جو ایک ہزار کے لشکر سے امام حسینؑ کا سد راہ ہوا تھا وہ
بھی اسی فوج مین سے تھا کہ جو قادسیہ مین حصین کی سرکردگی مین مقرر تھی

Presented by Ziaraat.Com

یہ سب اسی لئے تھا کہ کوئی امام حسینؑ کی مدد کے لئے کوفہ سے نہ آسکے یا تک
کو طرماح بن عدی اپنے تین ساتھیون کے ساتھ جب کوفہ سے غیر معروف
راستہ سے آکر امام حسینؑ کے ساتھ ملحق ہوئے ہین اُسوقت حر نے آکر
حضرت سے کہا کہ "یہ لوگ جو اہل کوفہ مین سے ہین آپ کے ساتھ مگر نہین
آئے ہین لہذا مین انکو گرفتار کرتا ہون یا کوفہ واپس جانے پر مجبور" لیکن حضرت
کے اس فرمانے پر کہ "اب جبکہ یہ میرے پاس پہونچ گئے ہین تو میرے ہمراہ
اصحاب وانصار مین داخل ہین اور اب انکی حفاظت مجھ پر فرض ہے لہذا ناممکن
ہے کہ مین ان کو تمھارے سپرد کردون" اُسکو ساکت ہونا پڑا

(طبری جلد ۶ صفحہ ۲۳۰)

اس موقع پر کہ جب امام حسینؑ کربلا مین پہونچ چکے تھے خود ابن زیاد
نے کوفہ سے نکل کر نخیلہ مین اپنا مرکز قرار دے لیا تھا اور وہین افواج کا معائنہ
ہوتا تھا اور اُنھین ترتیب دیکر کربلا روانہ کیا جاتا تھا۔

(تصدیق کے لئے دیکھو طبری جلد ۷ صفحہ ۴۰)

وہ لوگ جو ابن زیاد کی طرف سے روانہ کئے جاتے تھے اُن مین سے بعض
امام حسینؑ سے جنگ کو ناپسند کرتے ہوئے لشکر سے نکلکر کوفہ واپس جاتے تھے
جس کے لئے ابن زیاد نے سوید بن عبدالرحمٰن منقری کو کچھ سوارون کے
ساتھ کوفہ روانہ کیا کہ جو ایسا شخص وہان ملے اُس کو گرفتار کرکے روانہ

Presented by Ziaraat.Com

کیا جائے۔ سوید نے ایک شخص کو اہل شام مین سے جو کوفہ کسی اپنے ذاتی معاملہ کے لئے آیا تھا گرفتار کرکے ابن زیاد کے پاس بھیجا اور اس نے ہیبت قائم کرنے کے لئے اس کو قتل کرادیا جس کے بعد وہ تمام لوگ جو ٹھہر گئے تھے نکلکر کربلا روانہ ہوگئے (الاخبار الطوال ص ۲۵۴)

ان اہتمامات سے صریحی طور پر چند نتیجے مرتب ہوتے ہین۔

(۱) کوفہ کی جماعت شیعہ مین جس سے حسینؑ کی ہمدردی بدرجۂ اتم تھی۔ اور جنکو نصرت کا خیال ہوسکتا تھا ایک کثیر تعداد پابہ زنجیر کرلی گئی تھی اور اس طرح نہ معلوم کتنے باہمت اور بہادر اشخاص ہونگے جو اگر باہر ہوتے تو اپنی جان حسینؑ پر سے نثار کرتے لیکن اس موقع پر وہ تاریک و تار زندان مین مقید تھے۔

(۲) حدود کی ناکہ بندی اور راستون کے انسداد نے کوفہ کے رہنے سے اشخاص کے لئے جن مین جذبۂ نصرت حسینؑ ہوسکتا تھا حضرتؑ تک پہنچنے کو دشوار بنا دیا تھا اور اگر وہ آنے کا قصد کرتے بھی تو یقیناً نخیلہ میں کہ جو بالکل کوفہ کے کنارے پر کربلا کے راستہ مین تھا گرفتار کرلئے جاتے یا آگے بڑھکر قادسیہ و خفان و قطقطانہ و لعلع وغیرہ کی منزل پر وہ دستگیر ہوجاتے۔

(۳) ابن زیاد کی طرف سے یہ اہتمام تھا کہ کوئی جنگ آزما شخص کوفہ مین ایسا باقی نہ رہ جائے جو حسینؑ کی جنگ کے لئے نہ نکلے اور اس طرح ان افراد

کے لئے جو حسینؑ کے مقابلہ سے نفرت کرتے تھے اس جرم سے حفاظت بھی باعث
جان و مال کی ضامن بنکتی تھی۔
لیکن باوجود ان دشواریوں کے ان ہمت شکن مشکلات کے ان طاقت آزما
مصائب کے ہم دیکھتے ہیں کہ وہ افراد شیعہ جو حسینی دعوت کے بانی و مبلغ اور
اس تحریک کے داعی و مروج تھے جنھوں نے وفاداری کا اقرار اور
جانبازی کا عہد کیا تھا وہ کسی نہ کسی طرح حسینؑ بن علیؑ تک پہنچ گئے اور اپنی
جانیں اُنکے قدموں پر نثار کر دیں
یاد کرو وہ وقت کہ جب مسلم بن عقیل نے امام حسینؑ کا خط پڑھ کر سنایا تھا
تو کون لوگ تھے اسوقت تقریر کر کے عہد نصرت فداکاری کرنے والے بیشک
وہ تین آدمی تھے عابس بن ابی شبیب شاکری۔ حبیب بن مظاہر
سعید بن عبداللہ حنفی۔
کون تھا مسلم بن عقیل کا وکیل و نائب اور رازداری کے ساتھ حسینؑ
کی بیعت لینے والا بالیقین وہ مسلم بن عوسجہ اسدی تھے۔
کون تھا مسلم کے ادارۂ اسلحہ کا منتظم اور جمع اموال کا مؤتمن و معتمد؟
بلاشبہہ وہ صرف ابو ثمامہ صیدادی تھے۔
پھر کیا یہ وہ لوگ نہیں ہیں جنھوں نے ثبات قدم و استقلال کے ساتھ آخر
نفس تک حسینؑ کا ساتھ نہیں چھوڑا اور آخر اُنکی لاشیں حسینؑ کے قدموں پر

Presented by Ziaraat.Com

خاک و خون میں تڑپتی ہوئی نظر آئیں۔

ان کے علاوہ بھی حسینی جماعت میں زیادہ تر کوفہ کے شیعہ تھے جیسے بریر بن خضیر حافظ قرآن مجید جنکو دیکھکر لشکر عمر سعد میں کہا گیا تھا ان ھذا بریر بن خضیر القاری الذی کان یقرأنا القرآن فی المسجد "یہ تو وہی بریر بن خضیر ہیں جو ہم کو مسجد میں بیٹھکر قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے" (طبری جلد ۶ ص ۲۴۷)

اور انس بن حارث اسدی صحابی رسول جنکا تذکرہ ابن اثیر جزری نے اسد الغابہ میں اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے اصابہ میں کیا ہے، ابن اثیر کا قول ہے کہ۔

عداده فی الکوفیین وکان جاء الی الحسین ع عند نزوله فی کربلاء والتقی معه لیلا فیمن ادرکته السعادة

"انکا شمار اہل کوفہ میں ہے اور یہ امام حسینؑ کی خدمت میں پہونچے تھے جس وقت جب آپ کربلا میں اتر چکے تھے اور شب کے وقت حضرت کے پاس پہونچے ان لوگوں کے ذیل میں جنکے بخت نے یاوری کی تھی۔

اور نافع بن ہلال جملی جو کوفہ کے قبیلہ مذحج سے تھے، اور حنظلہ بن اسعد شامی اور یزید بن زیاد بن مہاصر ابو الشعثاء کندی اور مجمع بن عبد اللہ عائذی اور عائذ بن مجمع اور عمر بن خالد صیداوی اور جنادہ بن حارث

ہمدانی اور سوید بن عمرو بن ابی المطاع خثعمی اور موقع بن ثمامہ اسدی
صیداوی اور سیف بن حارث بن سریع ہمدانی اور مالک بن عبداللہ بن
سریع اور سوار بن منعم ہمدانی اور عمر بن قرظہ انصاری اور نعیم بن عجلان
انصاری اور عبداللہ بن بشر خثعمی اور حارث بن امرأ القیس کندی اور
بشر بن عمر کندی اور عبداللہ بن عروہ و عبدالرحمٰن بن عروہ غفاریین
اور عبداللہ بن عمیر کلبی اور سالم بن عمرو کلبی اور مسلم بن کثیر ازدی اور
رافع بن عبداللہ ازدی اور قاسم بن حبیب ازدی اور زہیر بن سلیم ازدی
اور نعمان بن عمرو و حلاس بن عمرو راسبیین اور مسعود بن حجاج تیمی اور بکر بن حی تیمی
اور جوین بن مالک تیمی اور عمر بن ضبیعہ تیمی اور حباب بن عامر تیمی اور
امیہ بن سعد طائی اور ضرغام بن مالک تغلبی اور کنانہ بن عتیق تغلبی اور
قاسط بن زہیر و کردوس بن زہیر و مقسط بن زہیر تغلبیین اور جبلہ
بن علی شیبانی وغیرہ

یہ تو وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنی جان پر کھیل کر عہد وفا کو پورا کرنے
کے لئے اپنے تئیں کسی نہ کسی طرح حسین ؑ کے قدموں تک پہنچا دیا لیکن جو لوگ
شیعی جماعت میں سے حسین ؑ بن علی ؑ کی نصرت کے لئے نہ پہونچے یا نہ پہونچ سکے
اُن میں سے بھی کسی متنفس کا حسین ؑ کے مقابلہ میں کربلا میں موجود ہونا پایا نہیں
جاتا بلکہ تاریخی نصوص و شواہد متفقہ طور پر اُن کو قاتلان امام حسین ؑ سے علیحدہ

Presented by Ziaraat.Com

بتلا رہے ہیں۔ امام محمد بن جریر طبری کا بیان ہے۔

لما قتل الحسین بن علی رجع ابن زیاد من معسکرہ بالنخیلۃ فدخل الکوفۃ تلاقت الشیعۃ بالتلاوم والتندم ورأت انہا قد اخطأت خطأ کبیرا بدعائہم الحسین الی النصرۃ وترکہم اجابتہم لم ینصروہ ورأوا انہ لا یغسل عارھم والاثم عنہم فی مقتلہ الا بقتل من قتلہ او القتل فیہ

"جب حسینؓ بن علیؓ قتل ہوگئے اور ابن زیاد اپنے لشکرگاہ سے جو نخیلہ میں قرار دیا گیا تھا واپس جاکر کوفہ میں داخل ہوا تو شیعوں نے ایک دوسرے سے ملاقات کرکے ایک دوسرے پر ملامت اور اپنی کمزوری پر ندامت کا اظہار شروع کیا اور وہ سمجھے کہ ہم سے بڑا جرم ہوا کہ ہم نے حسینؓ کو نصرت کے وعدہ پر دعوت دی پھر جب وہ آئے تو ہم انکی نصرت کو نہ گئے اور وہ ہمارے پڑوس میں قتل کرڈالے گئے اور ہم نے کچھ انکی مدد نہ کی اور انھوں نے دیکھا کہ یہ عار و ننگ ہم سے دور نہیں ہوسکتا۔ مگر اس طرح کہ ہم ان لوگوں کو جو ان کے قتل میں شریک ہوئے ہیں قتل کریں یا خود اس سلسلہ میں اپنی جانیں نثار کردیں۔ (طبری جلد ۷ صـ ۴۷)

کیا اس عبارت سے صاف طور پر ظاہر نہیں ہوتا کہ شیعہ جماعت تاملان

امام حسینؑ کی جماعت سے جداگانہ تھی اور پہلی جماعت پر جو الزام ہے وہ یہ کہ انھوں نے مدد نہین کی اور دوسری جماعت وہ ہے جسکے قتل کردہ اپنے جرم کا کفارہ سمجھتے ہین۔

پھر سلیمان بن صرد خزاعی کے مکان پر اجتماع ہوا اور اس موقع پر مسیب بن نجبہ نے جو تقریر کی ہے وہ یہ ہے کہ "ہم بہت اپنی صداقت پر ناز رکھتے تھے اور اپنی جماعت شیعہ کی مدح و ثنا کیا کرتے تھے لیکن خدا نے ہمارا امتحان لیا اُسوقت معلوم ہوا کہ ہمارے دعوے غلط ہین۔ ہم نے حسینؑ کو دعوت دی، اُنکے پاس پیغام بھیجے کہ آئیے ہم مدد کرینگے لیکن جب وہ آئے تو ہم نے اپنی جانون کو چھپایا یہان تک کہ وہ ہمارے پڑوس مین قتل ہو گئے، نہ ہم نے اپنے ہاتھون سے اُنکی نصرت کی اور نہ اپنی زبان سے اُنکی حمایت کی اور نہ اموال سے اونکو تقویت پہونچائی اور نہ اپنے اپنے قبیلہ کو اُنکی نصرت پر آمادہ کیا، اب خدا و رسول کو کیا جواب دینگے جبکہ ہمارے ملک مین فرزند رسولؐ قتل کر ڈالا گیا۔ بیشک ہمارا کوئی عذر سننے کے قابل نہین لیکن اب یہ موقع ہے کہ اُن کے قاتل کو اور جن لوگون نے اُن کے قتل مین شرکت کی ہے اُنھین قتل کرین یا اسی سلسلہ مین اپنی جانین نثار کر دین (ص۷۵)

یہ بھی صریحی طور پر اسکی دلیل ہے کہ قاتلان حسینؑ یا قتل حسینؑ مین شرکت

کرنے والی جماعت جماعت شیعہ سے کوئی تعلق نہ رکھتی تھی

اس کے بعد جبکہ سلیمان بن صرد اس جماعت کے قائد اعظم کی حیثیت سے منتخب ہو گئے تو انھوں نے جو تقریر کی ہے اور جس کو وہ برابر ہر جمعہ میں دہرایا کرتے تھے اس کا مختصر اقتباس یہ ہے کہ

انا کنا نمد اعناقنا الی قدوم آل نبینا و نمنیھم النصر و نحثھم علی القدوم فلما قدموا ونینا و عجزنا و ادھنا و تربصنا و انتظرنا ما یکون حتی قتل فینا ولد نبینا و سلالتہ و عصارتہ و بضعۃ من لحمہ و دمہ اذ یستصرخ و یسأل النصف فلا یعطاہ اتخذہ الفاسقون غرضا للنبل و دریۃ للرماح حتی اقصدوہ۔

ہم لوگ گردنیں اٹھا اٹھا کر اشتیاق کے ساتھ اہلبیت رسولؐ کی تشریف آوری کے منتظر تھے اور انکو نصرت کی امیدیں دلاتے تھے اور آنے پر آمادہ کرتے تھے لیکن جب وہ آئے تو ہم نے کمزوری کی اور عاجز رہے اور سستی کو کام میں لائے اور منتظر رہے کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے یہانتک کہ ہمارے پاس میں اور ہمارے قریب ہی فرزند رسولؐ قتل کر ڈالے گئے جبکہ وہ فریاد کر رہے تھے لیکن کوئی انصاف سے کام نہ لیتا تھا، فاسقین کی جماعت نے ان کو اپنے تیروں کا نشانہ اور نیزوں کا سر مشق بنالیا یہانتک

کر انھین شہید کر ڈالا (ص ۱۷۹)

اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ یہ لوگ کوفہ ہی مین رہ گئے تھے اور قتل حسینؑ مین شرکت کرنے والی جماعت فاسقین انسے جداگانہ ہے۔

پھر دو صفحہ کے بعد ہے کہ جب یزید ہلاک ہوا اور سلیمان بن صرد کے پاس شیعی جماعت کے بہت سے افراد نے آکر کہا کہ اسوقت حکومت کے ارکان مین تزلزل ہے یہی موقع ہے کہ ہم انتقام کے لیئے اٹھ کھڑے ہون اور انکے قاتلون کو جو چنانکہ قتل کرین اسوقت سلیمان نے جو تقریر کی وہ یہ ہے۔

انی قد نظرت فیما تذکرون فرأیت ان قتلة الحسین هم اشراف اهل الکوفة و فرسان العرب وهم المطالبون بدمه ومتی علموا ما تریدون وعلموا انهم المطلوبون کانوا اشد علیکم ونظرت فیمن تبعنی معکم فعلمت انهم لو خرجوا لم یدرکوا ثارهم ولم یشفوا انفسهم ولم ینکوا فی عدوهم وکانوا لهم جزرا ولکن بثوا دعاتکم فی المصر الخ

"مین نے اس معاملہ مین غور کیا تو یہ دیکھا کہ قاتلان حسینؑ کوفہ کے سرآوردہ اشخاص و شیوخ واشراف قبائل ہین اور انھی کے اوپر حسینؑ کے قتل کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور جب انھین تم لوگون کے ارادہ کی خبر ہوگی اور یہ معلوم ہوگا کہ اسکا اثر انپر پڑیگا تو وہ سختی سے تمھاری مخالفت پر آمادہ ہوجائینگے اور مین نے اندازہ

کیا اُن لوگوں کا جو میرا ساتھ دینے پر آمادہ ہیں تو معلوم ہوا کہ وہ اتنی تعداد میں ہیں کہ اُنکے خروج کرنے سے نہ تو انتقام لیا جا سکتا ہے اور نہ سعد حالی یا دشمن لوگوں نقصان پہونچ سکتا ہے کیا ۔ بلکہ لوگ سعد کی طرح کاٹ ڈالے جائیں گے لیکن مناسب یہ ہے کہ تم اپنے دعاۃ و مبلغین اطراف و اکناف میں روانہ کرکے لوگوں کو اپنی موافقت پہ آمادہ کرو (طبری جلد ۷ صفحہ ۵۱)

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ قتل حسین کے ذمہ دار اشخاص مخصوص و افراد قبائل تھے جنکی مذہبی حقیقت مختصر طور پر ہم سابق میں واضح کر دی اور یہ کہ جماعت شیعہ کو ان سے کوئی تعلق نہ تھا نیز اس شیعی جماعت کی جو کوفہ میں موجود تھی تعداد بھی معلوم ہو جاتی ہے کہ وہ کوئی نمایاں حیثیت نہ رکھتی تھی۔

پھر وہ تقریر جو عبید اللہ بن عبد اللہ مری کی زبان سے تاریخ میں درج ہوئی ہے یہ بھی ہے کہ نصلہ عدوہ وخذلہ ولیہ فویل للقاتل وملامۃ للخاذل ان اللہ لم یجعل لقاتلہ حجۃ ولا لخاذلہ معذرۃ الا ان یناصح للہ فی التوبۃ فیجاھد القاتلین وینابذ الفاسطین۔

فرزند رسولؐ کے لئے دشمن قتل کرنے پر آمادہ ہوگئے اور دوستوں نے انکی مدد نہ کی لیس عذاب کے مستحق ہیں اُنکے قاتل اور سرزنش کے لائق ہیں اُنکے چھوڑ دینے والے نہ اُنکے قاتل کے لئے خدا کے یہاں کوئی حجت ہو اور نہ اُنکے بے مددگار چھوڑنے والوں کا کوئی عذر قابل سماعت ہو۔ مگر یہ کہ وہ

اب سچے دل سے توبہ کرکے اُنکے قاتلوں سے جہاد کریں اور ظالموں سے جنگ کریں وہ وقت کہ جب یہ لوگ بعزم جہاد کوفہ سے کربلائے معلیٰ آگئے ہیں اُس موقع پر مثنی بن مخزبہ نے جو تقریر کی تھی اُس میں یہ فقرات قابل توجہ ہیں۔

قد قتلهم قوم نحن لهم اعداء ومنهم براء وقد خرجنا من الديار والاهلين والاموال ارادة استيصال من قتلهم

حسینؑ و انصار حسینؑ کو ایک ایسی جماعت نے قتل کیا جنکے ہم دشمن اور جن سے ہم بیزار ہیں اور اب ہم اپنے اہل وعیال کو چھوڑکر اپنے گھر سے اس لئے نکلے ہیں کہ اُنکے قاتلوں کے رگ وریشہ کو فنا کریں (ص۲۷)

اِن تاریخی نصوص وشواہد سے آفتاب کی طرح روشن ہو جاتا ہے کہ جماعت شیعہ میں سے کوئی شخص بھی قتل امام حسینؑ کے لئے کربلا میں موجود نہ تھا۔

بیشک ان پر جو سب سے بڑا جرم عائد ہو سکتا ہے جس کے وہ خود معترف تھے وہ نصرت حسینؑ سے کنارہ کشی کرنا اور حضرت پر اپنی جانیں نثار کر دینے میں کوتاہی کرنا اگرچہ یہ جن اسباب وعلل اور مشکلات وموانع پر مبنی تھا اُنکو کافی توضیح کے ساتھ حوالۂ قلم کیا جا چکا ہے پھر بھی ہم اس کو جرم تسلیم کرنے پر تیار ہیں لیکن اس جرم سے سنگین تر نہیں کہ رسولؐ کو میدان جنگ میں دشمنوں کے نرغہ میں تنہا چھوڑ کر اپنی جان کی حفاظت کے لئے فرار کریں اور حضرت عثمان کو جو دار الخلافہ اور مرکز حکومت مدینہ منورہ کے اندر مصر سے آئی ہوئی فوجوں کے حلقہ

اندر محصور چھوڑ کر تماشا دیکھتے رہیں اور اوسکے قتل ہوجانے کے تین دن بعد تک انکی لاش دفن کرنے کی بھی جرأت نہ کریں۔

یاد رہے کہ رسولِ اکرمؐ کے ساتھ صحابۂ کرام میں سے جنگ احد میں دس آدمی بھی نہ رہے تھے اور جنگ حنین میں بارہ سے زیادہ لڑائی میں نہ ٹھہرے تھے اور یوم الدار حضرت عثمان کی مدد کے لئے اٹھنے والی جماعت میں سے بیس آدمی بھی جان نثار دکھلائی نہ دیتے تھے لیکن فرزند رسولؐ حسینؑ بن علیؑ کے ساتھ جماعت شیعہ میں سے عزیز و اقارب کو چھوڑ کر کم از کم ۵۴ آدمی جانیں قربان کرنے والے نکل آئے تھے۔

کیا اسکے بعد بھی غیرت کا تقاضا ہے کہ جماعت شیعہ کو حسینؑ کی نصرت میں کوتاہی کا طعنہ دیا جائے یا اس سے بڑھ کر ان پر قتل حسینؑ کا غلط اور بے بنیاد الزام لگایا جائے۔ والسّلام

علی نقی النقوی عفی عنہ
محرم ۱۳۵۱ھ

لکھنؤ

Presented by Ziaraat.Com

ضمیمہ

قاتلان حسینؑ کی رشوت کی کہانی

یا

قاتلان حسینؑ کو شیعہ کہنے والوں کے دلائل

خیالات کا اختلاف اگر صداقت وحقیقت پر مبنی ہو تو اُنکا ایک نقطہ اتحاد پر مجتمع ہوجانا کوئی دشوار نہیں، با اصول اور آئینی بحث وتحقیق اور دل نشین ادلہ وبراہین کی بقناطیسی کشش یقیناً انصاف کی شرط کے ساتھ مختلف آرار وافکار کو ایک صحیح مرکز پر لاسکتی ہے لیکن جب خیالات جذبات کے ماتحت اور اقوال سخن پروری وتعصب نفسانی کے پابند ہوں تو اونکی شکست کبھی شکست نہیں قرار پاتی، باطل شکن دلائل کی ہزار زد ون پر آنے کے بعد اُنکی تیوریوں پر بل نہیں آتے گو یا گردن تھی کہ جو جھڑ گئی - مرغ کی ایک ٹانگ کے بجائے دو ٹانگیں ہو جائیں ناممکن ہے - اس قسم کے خیالات

Presented by Ziaraat.Com

کی پہچان یہ ہے۔

(۱) اکثر دلائل میں مصادرہ علی المطلوب کی جھلک نمایاں ہو یعنی الٹ پھیر کرکے خود دعوے کو دلیل میں پیش کر دیا جائے۔

(۲) کہی ہوئی باتوں کو جنکا جواب ہوچکا ہے الفاظ کو ادل بدل کے پھر پیش کر دیا جائے تاکہ گفتگو کا سلسلہ قطع نہ ہو اور عوام کی نظروں میں انکی کم مائیگی و تہیدستی کا مظاہرہ نہ ہونے پائے۔

(۳) سلسلہ بحث میں خواہ مخواہ خارج از بحث باتوں کو چھیڑ کر عام افراد کے دماغوں کو الجھانے کی کوشش کی جائے تاکہ وہ اصلی نقطہ بحث کے متعلق صحیح رائے سہولت سے قائم نہ کرسکیں۔

(۴) علمی و مذہبی باتوں میں ذاتیات کا سوال درمیان میں لاکر اور مخاطب کی شخصیت پر حملہ کرکے محاذ جنگ کو بدلنے کی کوشش کی جائے۔

(۵) عقل و منطق اور تاریخ و حدیث کے قطعی ادلہ سے کنارہ کشی کرکے خطابیات کے دامن میں پناہ لی جائے اور عوام کی سادہ لوحی سے فائدہ اٹھا کر ایسی سطحی باتیں پیش کر دی جائیں جن پر جاہل عوام امنا وصدقنا کہہ دیں چاہے حقیقت شناس اور باخبر افراد اُن کو کتنا ہی سُبک اور غیر وقیع خیال کریں۔

قاتلان حسینؑ کو شیعہ بنانے کے جو دلائل ہمارے پیش نظر ہیں اُن میں ایسی ہی

Presented by Ziaraat.Com

عناصر کارفرما ہین اور یہ خصوصیات اُن ہین نمایان طور پر نظر آرہے ہین جس کا احساس باخبر افراد خود کرسکتے ہین۔

ان دلائل کا مناظرانہ جواب تو قوم کے مناظرین کا حق ہے جس کو وہ خوب ادا کر رہے ہین لیکن ہین تو اپنے مسلک کا پابند رہتے ہوئے جو مناظرہ سے تعلق نہین رکھتا ان دلائل پر ایک اجمالی روشنی ڈالنا چاہتا ہون جس سے معلوم ہوگا کہ یہ دلائل ایک بحث کے محققانہ فیصلہ کے لئے کہانتک کامیاب ہو سکتے ہین۔

پہلی دلیل نہج البلاغہ کے وہ اقتباسات جنمین امیرالمومنین حضرت علی علیہ السّلام نے اپنے ساتھیون کی بیوفائی اور بدسلوکی کا اظہار فرمایا ہے اور اُنکی شکایت کی ہے، اُنکو نافرمان، بے وفا، بزدل، خائن، مفسد، حیلہ ساز، بدعہد، ناقابل اعتماد، بے غیرت وغیرہ وغیرہ اوصاف سے موصوف فرمایا ہے پھر جب شیعون کی یہ حالت ہو تو انسے قتل حسینؑ کیا مستبعد ہے جو لوگ حضرت علیؑ کے ساتھ یہ برتاؤ کرسکتے ہین وہ امام حسینؑ کے ساتھ بدرجۂ اولیٰ اوس سے بڑھ کر کرسکتے ہین"

اس استدلال کی منطقی کمزوری اور اساسی بے بنیادی سے قطع نظر کرتے ہوئے صرف اس غلط فہمی پر توجہ کرو کہ امیرالمومنینؑ نے جن لوگون کی مذمت فرمائی ہے وہ شیعہ تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

اور لطف یہ ہے کہ یہ شائع کیا جا رہا ہے ہمارے رسالہ "قاتلان حسینؑ کا مذہب" کے دوسرے ایڈیشن کے بعد جس میں ایک مستقل باب "عام اہل کوفہ کا مذہب" کے عنوان سے درج کیا جا چکا ہے۔

اب رسالہ کا تیسرا ایڈیشن تمھارے سامنے ہے، اس میں نکال کر اس باب کا مطالعہ کرو اور پھر خیال کرو کہ اس جواب کے بعد اس سوال کا دُہرانا اپنی استدلالی بے مائگی کا ثبوت دینا نہیں تو کیا ہے؟۔ ہم اس میں ہم نے بہت سلجھے ہوئے لفاظ میں دو تنقیحیں قائم کر دی ہیں۔

(۱) حضرت علیؑ کی بیعت کر کے آپ کے ساتھ لڑائیوں میں شریک ہونے والوں نے آپ سے رسولؐ کے بعد بحیثیت وصی برحق و خلیفۂ بلافصل بیعت کی تھی یا پہلے دوسرے تیسرے دور کے بعد بحیثیت خلیفۂ رابع کے؟۔

(۲) حضرت علیؑ کو خلیفۂ چہارم ہونے کی حیثیت سے امام تسلیم کرنے والا کس مذہب کا شخص ہو سکتا ہے؟

دونوں باتوں کا جواب ظاہر ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت علیؑ کو ظاہری خلافت کے دور میں چوتھے ہی درجہ پر تسلیم کیا گیا تھا اور آپ کے ساتھی بحیثیت خلیفۂ رابع ہی کے آپ کی اطاعت کے فرض کو انجام دے رہے تھے اور یہ بھی واضح ہے کہ حضرت امیرؑ کو چوتھے نمبر پر خلیفہ سمجھنے کا عقیدہ مذہب

Presented by Ziaraat.Com

اہل سنت سے تعلق رکھتا ہے اب بتلاؤ کہ حضرت علیؑ کو لئے صحابہ سے جو شکایتیں پیدا ہوئیں اور جو افسوسناک صورتیں پیش آئیں انکی ذمہ داری کس جماعت کی طرف عائد ہوتی ہے؟

خود نہج البلاغہ میں حضرت امیرالمومنینؑ نے جس طرح اپنے ساتھیوں کی شکایتیں کی ہیں اور اُن سے طرح طرح کی بیزاری کا اظہار کیا ہے اسی طرح اُنکے مذہب پر بھی روشنی ڈالدی ہے اور بتلادیا ہے کہ وہ آپکی ہوا خواہی کا دم کس عقیدہ کی بنا پر بھرتے تھے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو نہج البلاغہ مطبوعہ مصر محشی بحاشیہ مفتی دیار مصر شیخ محمد ابن عبدہ ج۲ ص۲

انہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر و عمر و عثمان علی ما بایعوھم علیہ فلم یکن للشاھد ان یختار ولا للغائب ان یرد وانما الشوریٰ للمھاجرین والانصار۔

"میری بیعت کی انہی لوگوں نے جنھوں نے بیعت کی تھی ابوبکر و عمر و عثمان کی اسی اصول کی بنیاد پر جس پر انکی بیعت کی تھی لہذا اُس اصول کے لحاظ سے موقع پر موجود رہنے والے کو دوبارہ نظر ثانی کا حق نہ تھا اور نہ ایسے شخص کو جو موجود نہ تھا اُس فیصلہ کو مسترد کرنے کا حق پیدا ہوسکتا ہے اور شوریٰ مہاجرین و انصار کے ساتھ مخصوص ہے"

اب تو امیرالمومنینؑ کے ساتھ والوں کا مذہب بے نقاب ہوگیا اور معلوم

ہوا کہ وہ شکائتین اور مذمتین جو آپ نے اپنے اصحاب کی فرمائی ہین شیعی افراد سے کوئی تعلق نہین رکھتین اسی سے۔

دوسری دلیل کی حقیقت بھی ظاہر ہو جاتی ہے جس کو بڑے شد و مد سے حضرت امام حسن کے ساتھ شیعون کی بدسلوکی کی سرخی سے پیش کیا جاتا ہے اور اُس کا خلاصہ یہ ہو کہ جناب امیرؑ کی شہادت کے بعد جب امام حسنؑ نے معاویہ سے صلح کر لی تو آپ کے ساتھیون مین انتہائی اضطراب پیدا ہو گیا اور آپ کو طرح طرح کی تکلیفین پہونچائین اور اس بنا پر حضرت نے بھی اُنکی مخالفت الفاظ مین شکایت کی ہو اور اُنکے مظالم کا تذکرہ کیا ہو پھر جن لوگون نے حضرت امام حسنؑ کو ایسی ایذائین دین، اُنکے قتل کے لئے تیار ہوئے۔ اُن کو خنجر مارا اُنکو پکڑ کر حضرت معاویہ کے حوالہ کر دینے کا ارادہ کیا اُنکا خیمہ لوٹا۔ اُنکی لونڈیون کے زیورات لے لئے اُنسے امام حسینؑ کے قتل کو مستبعد کہنا کہان تک صحیح ہو سکتا ہے؟

بیشک کچھ مستبعد نہین ہو سکتا لیکن امام حسنؑ کے ساتھ اس قسم کے سلوک کرنے والے کون تھے؟ وہ وہی تھے کہ جنھون نے حضرت امیرؑ کے دل کو لہو کر دیا تھا اور جنکو حضرت نے نافرمان بیوفا حیلہ ساز بدعہد ناقابل اعتماد وغیرہ وغیرہ اوصاف سے موصوف فرمایا ہو اور جنکے مذہب کو خود حضرت نے بایعنا القوم الذین بایعوا ابا بکر و عمر و عثمان علی ما بایعوھم علیہ کی لفظون مین صاف صاف ظاہر فرما دیا ہے

Presented by Ziaraat.Com

حضرت امام حسنؑ کا بعض مواقع پر یہ ارشاد کہ ھؤلاء یزعمون انھم لی شیعۃ (ان ہا دعویٰ می کنند کہ شیعہ من اند) "ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ یہ لوگ میرے شیعہ ہیں کسی طرح انکے تشیع کا مظہر نہیں ہے۔

جب علامہ ابن حجر مکی ایسا فرقہ شیعہ کی مخالفت کا علمبردار بزرگ صواعق محرقہ میں تمام اُن احادیث کو جو شیعیان علی اور شیعیان اہلبیت کے متعلق وارد ہوئے ہیں اپنی جماعت پر منطبق کرتا ہے یہ کہکر کہ شیعہ علی اور شیعہ اہلبیت حقیقتہً ہم ہیں اور بس تو پھر اسی صورت سے اصحاب امام حسنؑ اپنے تئیں اگر شیعۂ امام حسنؑ کہتے ہوں تو کیا تعجب ہے۔

تیسری دلیل اصحاب ائمہ ہمیشہ ایمہ کو ایذا پہونچاتے رہے۔ زرارہ نے کتاب علی کو دیکھکر اُس کو باطل کہا۔ امام محمد باقرؑ کی نسبت جسارت آمیز الفاظ استعمال کیے، امام جعفر صادقؑ نے اُنکو جھوٹا کہا اور انپر لعنت کی اور اُنھوں نے امام جعفر صادقؑ کی نسبت نازیبا الفاظ کہے ابو بصیر نے امام جعفر صادقؑ پر طمع و حرص کا الزام لگایا، ربیع نے امام جعفر صادقؑ کو منصور خلیفۂ عباسی کے پاس قتل کے لئے حاضر کیا، مامون رشید نے جو کہ شیعہ تھا صبیح دیلمی کو امام رضاؑ کے قتل پر مامور کیا اور اُس نے اس خدمت کو انجام دیا"

یہ ہی اجمالی فہرست اُن واقعات کی جنھیں بڑے شد و مد کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے لیکن آخر اس کو قاتلان حسینؑ کے مذہب سے کیا تعلق؟ یعنی زرارہ

Presented by Ziaraat.Com

نے امام محمد باقر کو برا کہا پس قاتلان حسین شیعہ تھے، ابو بصیر نے امام جعفر صادق کی نسبت سوء ادب سے کام لیا تو قاتلان حسین شیعہ ثابت ہوئے۔ ربیع نے امام جعفر صادق کو منصور عباسی کے پاس حاضر کیا تو قاتلان حسین کا شیعہ ہونا ثابت، مامون الرشید نے جس کا شیعہ ہونا بھی کسی مستند دلیل سے نہیں ثابت امام رضا کو شہید کیا لہذا قاتلان حسین شیعہ تھے!!!

اس قسم کی باتون کا چھیڑنا اور ان سے بیشتر کتاب کے اوراق کو پر کرنا صرف اس لئے ہوسکتا ہے کہ عام افراد کا دماغ ان الجھاؤ مین پھنسکر اصلی نقطۂ بحث سے علیحدہ ہو جائے اور اُس پر صحیح رائے قائم نہ کرسکے

مین اگر ان باتون مین سے ہر ایک کا مناظرانہ جواب دینے بیٹھ جاؤن اور اُس پر تاریخ ورجال کی روشنی مین تبصرہ کرون تو اسکے معنی یہ ہونگے کہ مین نے فریق مقابل کو اُسکے مقصد مین کامیاب ہو جانے دیا یعنی حقیقۃً خارجی مباحث مین پڑکر نقطۂ بحث کہین سے کہین پہنچ گیا اور اصل مسئلہ مبہم کا مبہم رہ گیا اس لئے مین اسکے فیصلہ کن تبصرہ کو اپنی قوم کے مناظرین کے سپرد کرکے صرف اتنا کہنا چاہتا ہون کہ ان روایات سے زیر بحث مسئلہ پر آخر کیا اثر پڑتا ہے؟

اصحاب ائمہ علیہم السلام کے لئے صرف صحابی ہونے کے اعتبار سے فرقہ شیعہ نے کوئی منزلت عطا نہین کی ہے نہ اُنکے متعلق اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم ایسی کوئی حدیث وضع کی ہو بلکہ وہ اصحاب ائمہ کی ذات کو مثل دیگر

Presented by Ziaraat.Com

رواۃ کے علم رجال کے قوانین و ضوابط کے مطابق جرح و تعدیل کا پابند سمجھتے ہیں اور اس کے مطابق عمل کرتے ہیں۔

علمائے شیعہ کو جو زرارہ، ابو بصیر وغیرہ کو مقبول الروایۃ سمجھتے ہیں تو وہ انکے متعلق وارد شدہ روایات و حالات کی جانچ پرتال اور محولہ بالا روایات کے کسی حیثیت سے ناقابل اعتبار ثابت ہو جانے کے بعد ہی۔ اور جس صورت میں کہ وہ روایات صحیح مان لیے جائیں تو نہ زرارہ و ابو بصیر کا کوئی وزن ہے اور نہ انکے روایات کا کوئی اعتبار بلکہ علمائے شیعہ کے نقطۂ نظر سے وہ مجروح اور ساقط الاعتبار قرار پا جائینگے۔

چوتھی دلیل "قاتلان حسین ؑ کے شیعہ ہونے کے لئے صرف یہ بات کافی ہے کہ وہ کوفہ کے رہنے والے تھے اور کوفی ہونا خود دلیل تشیع ہے چنانچہ علامہ قاضی نور اللہ شوستری مجالس المؤمنین میں لکھتے ہیں تشیع اہل کوفہ حاجت باقامت دلیل ندارد و سنی بودن کوفی الاصل خلاف اصل و محتاج بدلیل است۔"

اسکے جواب کے لئے جو پیشگی شایع ہو چکا تھا ملاحظہ ہو ہمارے اسی رسالہ کے دوسرے ایڈیشن میں ص ۹۴ پر باب "عام اہل کوفہ کا مذہب" جس میں انہی دو نون تنقیحون کی بناء پر جو اصحاب امیر المؤمنین ؑ کے تحقیق مذہب میں اسکے قبل ذکر ہو چکی ہین یہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ عام اہل کوفہ کو مذہب شیعہ سے کوئی تعلق نہ تھا جسکے

Presented by Ziaraat.Com

بعد ہم نے لکھا تھا کہ

"اب کہنے دو قاضی نور اللہ شوستری کو کہ "تشیع اہل کوفہ حاجت باقامت دلیل ندارد و سنی بودن کوفی الاصل خلاف اصل و محتاج بدلیل ست" یہ انکا ذاتی خیال ہے جسکے وہ خود ذمہ دار ہیں اور پھر وہ اہل کوفہ کے تشیع کو مطابق اصل قرار دیتے ہوئے اسکے خلاف پہلو کو محتاج دلیل تبلاتے ہیں اور ہم نے قاتلان حسینؑ سے متعلق بر کافی ادلہ قائم کرکے یہ ثابت کر دیا ہے کہ انکو شیعہ مذہب سے کوئی تعلق نہ تھا اسکے بعد اصل کی آڑ پکڑنا بالکل بے اصل ہے"

اب فرمائیے کہ قاتلان حسینؑ کے مذہب پر ہمارے ادلہ کا جواب دیئے بغیر ہمارے قائم کردہ دونوں نتیجوں کو غلط ثابت کئے بغیر ہمارے مذکورۂ بالا استدلال کو کسی حیثیت سے توڑے بغیر پھر قاضی نور اللہ شوستری ہی کی عبارت کو پیش کر دینا کہاں تک حق بجانب ہے؟

پانچویں دلیل قاتلان حسینؑ نے جو خطوط امام حسینؑ کے نام بھیجے اور ان کو بلایا اور امام ممدوح انہی خطوط کی وجہ سے کربلا میں آئے اُن خطوط میں خود انھوں نے اپنے کو شیعہ لکھا" اسکے ثبوت میں جلاء العیون علامہ مجلسیؒ کی عبارت درج کی گئی ہے جس کا مضمون بالکل وہی ہے کہ جس کو ہم خود تاریخ طبری کے حوالے سے حوالۂ قلم کر چکے ہیں اور اسی سے ہم نے صورت حالات کو دیکھتے ہوئے کافی بسط و تشریح کے ساتھ حسب ذیل نتائج اخذ کئے تھے ۔۔

Presented by Ziaraat.Com

(۱) امام حسینؑ کو کوفہ کی جانب دعوت دینے کے بانی اور اس تجویز کے محرک یقیناً وہ افراد تھے کہ جو شیعہ کہے جا سکتے ہیں لیکن انکی تعداد کوفہ میں بہت قلیل تھی بیشک انکی تحریک کا حالات کی دستیابی کی بناء پر عام خلقت کی طرف سے بھی گرمجوشی کے ساتھ استقبال کیا گیا لیکن وہ کسی عقیدہ کامل اور صحیح فکر و نظر کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ ایسے اسباب کا جو اتفاقی کہے جا سکتے ہیں اور ہنگامی حیثیت رکھتے ہیں

(۲) اُن افراد کی کوششوں کا جو شیعہ تھے رائے عام کے ہموار ہونے کا نتیجہ یہ تھا کہ امام حسینؑ کے پاس خطوط اور عرضداشتوں کی کثرت ہوگئی یہانتک کہ وہ عرضداشتیں طیار ہوگئیں جو ایک دو یا تین چار آدمیوں کے دستخط سے تھیں ان کے اصلی بھیجنے والے اگرچہ شیعہ تھے لیکن جن لوگوں کے دستخط تھے اُن سب کا شیعہ ہونا قابل تصدیق نہیں ہے۔

(۳) ان تمام کارروائیوں کے بعد جو اجتماعی حیثیت سے ہوئیں اور جو افراد شیعہ کی جدوجہد کا نتیجہ تھیں ایک خط کوفہ سے امام حسینؑ کے نام بدیں الفاظ لکھا ہے کہ کھیتیاں لہلہا رہی ہیں اور میوے درختوں میں رسیدہ ہیں اور تالاب لبریز ہیں پس جب آپ چاہیں تشریف لائیں ایک ایسے لشکر کی جانب جو آپ کے لیے آراستہ موجود ہے۔

اس پر سات آدمیوں کے دستخط تھے۔ شبث بن ربعی۔ حجار بن ابجر۔ یزید بن حارث۔ یزید بن رویم۔ عزرہ بن قیس۔ عمرو بن الحجاج زبیدی۔ محمد بن عمیر تمیمی۔

Presented by Ziaraat.Com

(۹) وہ ابتدائی خطوط جو جماعت شیعہ کے نام سے گئے تھے لیکن اس آخری خط کے لکھنے والوں نے اپنے آپ کو شیعہ نہیں لکھا تھا اور نہ کسی عقیدۂ تشیع کا مظاہرہ کیا تھا بلکہ ہم نے اس کے مضمون کا سابقہ خطوط کے مضامین سے موازنہ کر کے ثابت کر دیا تھا کہ اس خط کا کوئی تعلق اس جماعت سے معلوم نہیں ہوتا جو امام حسین کو دعوت دینے کی بانی تھی بلکہ یہ خط ایک منظم سازش کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے (۱۰) ان خطوط کے بھیجنے والوں میں سے جو جماعت شیعہ کے نام سے گئے ہیں ایک شخص کی بھی موجودگی واقعہ کربلا میں امام حسین کے مقابلہ میں پائی نہیں جاتی بلکہ ان میں سے اکثر نے اپنے عہد وفا پر عمل کیا اور اپنی جان فرزند رسول پر نثار کی۔ بخلاف اس کے آخری خط پر سات آدمیوں کے دستخط تھے ان میں سے پانچ کا مسلماً واقعہ کربلا میں موجود اور قتل امام حسین میں شریک ہونا ثابت ہے اور بقیہ دو کا بھی اپنے ساتھیوں کی معیت میں ہونا دور از قیاس نہیں ہے۔

اب ان کا فیصلہ ناظرین کے ہاتھ ہے کہ ہمارے مذکورہ بالا نتائج کو غلط ثابت کیے بغیر ہمارے مقابلہ میں ایسی ہی عبارت کو پیش کر دینا جس کے مضمون سے ہم نے یہ نتائج اخذ کیے ہیں دیدہ دلیری نہیں تو اور کیا ہے۔

یہ خیال کہ جن لوگوں نے اپنے تئیں شیعہ لکھا تھا یا جنہوں نے خطوط روانہ کیے تھے وہ سب شیعہ ہی تھے اس لیے کہ اگر شیعہ نہ ہوتے تو امام ان کے قول پر اعتماد نہ کرتے اور دھوکا نہ کھا جاتے اس لیے کہ ہر امام کو خدا کی طرف سے ایک رجسٹر ملتا ہے جس میں ان کے شیعوں کے نام بقید ولدیت لکھے ہوتے ہیں۔

صحیح نہیں ہے اس لئے کہ امام بلکہ پیغمبر کے افعال و اعمال کی بھی بنیاد علم باطن پر نہیں بلکہ علم ظاہر پر ہوتی ہے اور انکے فرائض و احکام بھی اسباب ظاہریہ کے پابند ہوتے ہیں لہذا صورت حال کی بنا پر خطوط کے مندرجہ بیانات کو صحیح سمجھنا اور اُس کے مطابق طرز عمل اختیار کرنا ناگزیر تھا۔ لیکن وہ ان کی حقیقی صداقت و حقانیت کا ذمہ دار نہیں ہے۔ اور اسی سے۔

چھٹی دلیل کا وزن بھی معلوم ہوتا ہو کہ "امام حسینؑ نے خود بھی ان خط لکھنے والوں کو شیعہ فرمایا" اور اس کے ثبوت میں علامہ مجلسی کا یہ فقرہ درج کیا ہے کہ حضرت نے اپنے اصحاب سے مسلم و ہانی کے قتل کی خبر سناتے ہوئے فرمایا "شیعیان ما دست از یاری ما برداشتند" (ہمارے شیعوں نے ہاتھ ہماری مدد سے اٹھا لیا)

چونکہ خطوط جو آئے وہ جماعت شیعہ کے نام سے تھے اور چاہے خط لکھنے والوں میں اکثر افراد تشیع سے واسطہ نہ رکھتے ہوں لیکن افراد شیعہ کی تحریک وہ بھی اُس وقت حضرت امام حسینؑ کی شیعیت یعنے تابع فرمان ہونے کے دعویدار تھے لیکن حضرت مسلم کے ورود کے بعد اُن حالات کی بنا پر جنکو تشریح کے ساتھ رسالہ میں بیان کیا جا چکا ہے انھوں نے مسلم کی مدد نہ کی یہاں تک کہ مسلم شہید ہو گئے تو یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ "شیعیان ما دست از نصرت ما برداشتند" لیکن اس سے تمام خط لکھنے والوں کے مذہب پر روشنی نہیں پڑتی۔

Presented by Ziaraat.Com

پھر اب اگر ان خط لکھنے والوں میں سے کچھ لوگ واقعہ کربلا میں امام حسینؑ
کے مقابلہ میں موجود بھی ہوں تو اس سے کیا نتیجہ جبکہ اُس خط کے متعلق جو ساٹھ
آدمیوں کے نام سے گیا تھا۔ ہم نے خود اپنے رسالہ میں اظہار کیا ہے کہ ان میں سے
پانچ آدمی یقیناً واقعہ کربلا میں موجود تھے اور یہی وہ لوگ تھے جو اُس لشکر کے
سرداروں میں سے بھی تھے لیکن ان لوگوں کی بہ نسبت شیعہ سے بے تعلق ہونا
طور پر ثابت ہو چکی ہے۔

پھر اسی بات کو جو خود ہم نے لکھی تھی ہمارے مقابلہ میں جلا راعیون علامہ
مجلسیؒ سے پیش کرنا کہ وہ لکھتے ہیں کہ

"پس (عمر بن سعد) عروہ بن قیس احمسی را طلبید و خواست کہ برسالت
بخدمت حضرت بفرستد چون آن نامرد از انہا بود کہ نامہ بحضرت نوشتہ بودند قبول
رسالت نہ کرد و ہر یک از روسای لشکر کہ میگفت باین علت ابا می کردند زیرا کہ اکثر
از انہا بودند کہ نامہ بحضرت نوشتہ حضرت را بعراق طلبیدہ بودند" کہاں تک
کامیابی کی نشانی قرار پا سکتا ہے"

بے شک کوفہ کی رائے عام افراد شیعہ کی جد وجہد سے امام حسینؑ کے لئے
ہموار ہو چکی تھی اور وہ تمام لوگ یزید کی خلافت سے بیزار اور حضرت کی تشریف
آوری عراق کے آرزومند تھے اور متفقہ حیثیت سے حضرت کو دعوت دینے
میں شریک تھے اور انہیں سے کثیر تعداد نے حضرت مسلم کے توسط سے آپکی

Presented by Ziaraat.Com

بیعت بھی کی تھی لیکن بعد میں حالات کے انقلاب نے انکے عزائم و نیات میں بھی انقلاب پیدا کر دیا اور وہی تلواریں جو حسینؑ کی نصرت کے لئے تیز کی گئی تھیں حسینؑ سے جنگ میں صرف ہوئیں لیکن اس کی ذمہ داری افراد شیعہ پر کہاں تک عائد ہوتی ہے؟ اس کا فیصلہ ہمارے رسالہ کے تاریخی بیانات کے مطالعہ پر موقوف ہے۔

پھر اگر اہل کوفہ کے اس انقلاب حالت کا حوالہ دیتے ہوئے امام حسینؑ نے اثنائے سفر میں بیان کے مطابق عام اہل کوفہ کو مخاطب کر کے یہ فرمایا:

"تم نے ہم کو بلانے پر قرار کر لیا اور ہم تمہاری پکار پر تیزی کے ساتھ آئے تو تم نے ہم پر تلوار کھینچ لی"

تو اس سے جماعت شیعہ کا کیا قصور ثابت ہوتا ہے۔ انھوں نے تو اپنا سا کام کر لیا تھا لیکن ہنگامی انقلابات کو وہ کیا کر سکتے ہیں۔ پھر انھوں نے اپنے عہد وفا پر عمل بھی کیا اور ان میں سے اکثر افراد نے اپنی جانیں حسینؑ پر نثار بھی کیں جن کا تذکرہ سابق میں ہو چکا۔

امام حسینؑ کی تشریف آوری کے متعلق اہل کوفہ کی تمام آرزو و خواہش اور دعوت پر نظر کرتے ہوئے امام زین العابدینؑ کا یہ فرمانا بالکل حق بجانب تھا کہ:

هل تعلمون انكم كتبتم الى ابى وخدعتموه الخ — تم نے میرے والد بزرگوار کو خط لکھا اور ان کو فریب دیا۔ لیکن عام اہل کوفہ

Presented by Ziaraat.Com

شیعہ سب تھے۔ اور اسی طرح حضرت کا اہل کوفہ کو روتے دیکھ کر یہ فرمانا کہ ان هؤلاء يبكون فمن قتلنا غيرهم " یہ لوگ ہم پر رو رہے ہیں مگر انکے سوا ہمکو قتل کس نے کیا "

مگر اس سے انکے تشیع پر روشنی کونسی پڑتی ہے؟ کیا کسی کا امام حسینؑ کی مظلومیت سے متاثر ہوکر رونا تشیع کی کافی ضمانت ہے؟

مخالف کی عجیب و غریب تحریف

مجالس المومنین کی عبارت سے بیجا استدلال

شیعیان کوفہ کو قاتل امام حسینؑ ثابت کرنیکی ناکام کوشش

قاتلان حسینؑ کو شیعہ ثابت کرنے کے سلسلہ میں بڑے شد و مد سے جو چیز پیش کی جاتی ہے وہ مجالس المؤمنین مصنفہ قاضی نور اللہ شوستری کی عبارت ہے لیکن ہم نے جو اصل کتاب کو نکال کر عبارت کا مقابلہ کیا تو نقل شدہ عبارت میں ایسی کاٹ چھانٹ تراش خراش نظر آئی جو کسی طرح دیانت و امانت کے اصول پر جائز نہیں ہوسکتی۔ اپنے مطالب کے حصول کے لئے اس قسم کی تحریف کرنا فن تصنیف

Presented by Ziaraat.Com

وتالیف اور مباحثہ ومناظرہ پر بدنما داغ لگاتا ہے۔

اب ہم کچھ منقول شدہ عبارت اور اسکے تناسب سے اصل عبارت درج کرکے اسکے تحریفات کی نشاندہی کرتے ہیں۔

منقول شدہ عبارت جس کو پیش کیا جاتا ہے

"سلیمان بن صرد خزاعی ساکن کوفہ است وسبب خروج او بر بنی امیہ آن بود کہ چون طائفہ کوفیان با مسلم بیعت کردہ نقض عہد کردند و نوبت بشہادت امام حسین رسانیدند سلیمان بعد از چند ماہ متنبہ شدہ انگشت حسرت بدندان گرفتہ بر خود نفرین می کرد کہ خسران دنیا و آخرت نصیب باشد کہ بعد از انکہ امام حسین علی را طالب داشتیم تیغ بر روئے او کشیدیم تا از بیوفائی ما رسید آنچہ رسید و رؤسائے این جماعہ پنج نفر بودند سلیمان بن صرد خزاعی ومسیب بن نجبہ وعبداللہ بن سعد وعبداللہ بن وال ورفاعہ ابن شداد و این پنج کس از معارف اصحاب امیرالمومنین بودند وچون عزیمت ایشان طلب خون امام حسین علی تصمیم یافت جمع کثیر در سرائے سلیمان بن صرد خزاعی جمع آمدند ومسیب بن نجبہ کہ مصحوب عمر سعد بکربلا رفتہ بود آغاز سخن کردہ الخ

اصل عبارت جو مجالس المومنین کی مطبوعہ نسخہ میں موجود ہے

سلیمان بن صرد کا نام لکھنے کے بعد استیعاب ابن عبدالبر کے حوالہ سے آنکی مختصر

Presented by Ziaraat.Com

حالات درج کئے ہیں پھر لکھا ہے۔

"صاحب روضۃ الصفا آوردہ کہ منشا رخروج بر بنی امیہ آن بود کہ جمعے کہ از کوفیان با مسلم بن عقیلؑ عہد و بیعت کردہ بودند و نقض عہد کردہ امام حسین را نصرت نمودند تا با اہل بیت و اصحاب خود بدرجۂ شہادت رسید بہ از خیند گاہ متنبہ شدہ انگشت حیرت بدندان گرفتہ بر خود نفرین کردند کہ خسران دنیا و آخرت نصیب ما شد کہ بعد از آنکہ امیر المومنین حسینؑ را طلب داشتیم تیغ در روے او کشیدیم تا از بیوفائی ما رسید با آنچہ رسید و روسائے این جماعت پنج نفر بودند سلیمان بن صرد الخزاعی و مسیب بن نجبۃ الفزاری و عبد اللہ بن سعد الازدی و عبد اللہ بن وال التیمی و رفاعہ بن شداد و این پنج کس از معارف اصحاب امیر المومنین علیؑ بودند و چون عزیمت ایشان بطلب خون امام حسینؑ تصمیم یافت جمعے کثیر در سرائے سلیمان بن صرد جمع آمدند و مسیب بن نجبہ کہ مصحوب عمر عکس یکہ بلا رفتہ بود آغاز سخن کردہ الخ

اب ملاحظہ ہو کہ اس مختصر سی عبارت میں کتنے تصرفات جائز سمجھے گئے ہیں

"سلیمان بن صرد خزاعی ساکن کوفہ است و سبب خروج او بنی امیہ آن بود"

اس عبارت کو ایک ڈال اور مسلسل طور پر نقل سے غرض یہ ہے کہ آخر تک تمام عبارت قاضی نور اللہ شوستری کی سمجھی جاسکے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ سلیمان بن صرد خزاعی ساکن کوفہ ست کے بعد کچھ حالات لکھ کر" صاحب روضۃ الصفا آوردہ

گو نقلیں موجود تھیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد کی عبارت صاحب روضۃ الصفا کی ہے جو علمائے اہلسنت میں سے ہیں اور شیعہ مذہب سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ پھر اسکے بعد یہ الفاظ لکھے کہ " طائفۂ از کوفیان با مسلم بن عقیل عہد بیعت کردہ بودند و نقض عہد کردہ امام حسین را نصرت نمودند تا با اہل بیت و اصحاب خود بدرجہ شہادت رسید"

"اہل کوفہ میں سے وہ جماعت کہ جس نے مسلم بن عقیل کے ساتھ عہد و بیعت کی تھی اور پھر عہد شکنی کرکے امام حسینؑ کی نصرت نہ کی یہاں تک کہ حضرت اپنے اہل بیت و اصحاب کے ساتھ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے"

اس سے ظاہر ہے کہ اس جماعت اہل کوفہ پر جو الزام عائد کیا جا رہا ہے وہ یہ کہ انھوں نے امام حسین عؑ کی مدد نہ کی یہاں تک کہ حضرت شہید ہو گئے۔ بس لیکن اس عبارت کو نقل جو کیا جاتا ہے تو وہ یوں کہ۔

"چون طائفہ کوفیان با مسلم بیعت کردہ نقض عہد کردند و نوبت بشہادت امام حسینؑ رسانیدند"

"جب اہل کوفہ کی جماعت نے مسلم کے ساتھ بیعت کرکے عہد شکنی کی اور امام حسینؑ کی شہادت تک نوبت پہونچائی"

اس میں ایک تو طائفہ از کوفیان کے بجائے " طائفہ کوفیان" کہہ کر ذمہ داری کو تمام اہل کوفہ کی جانب عائد کر دیا گیا ہے پھر " نصرت نمودند تا

بدرجۂ شہادت رسید کے بجائے

"نوبت بشہادت امام حسینؑ رسانیدند" کرکے حضرت سید الشہداء کے قتل کو تمامتر انھی کی طرف منسوب کردیا گیا ہے جس سے انھی کا قاتل ہونا ثابت ہو۔

پھر اسکے بعد اصل عبارت یوں ہے کہ

"بعد از چند گاہ متنبہ شدہ انگشت حیرت بدندان گرفتہ بر خود نفرین کردند الخ" یعنی وہی جماعت کچھ عرصہ کے بعد متنبہ ہوکر انگشت بدندان ہوئی اور اس نے اپنے اوپر لعنت ملامت کی"

لیکن نقل کرنے میں یوں کردیا گیا کہ

"سلیمان بعد از چند ماہ متنبہ شدہ انگشت حسرت بدندان گرفتہ بر خود نفرین می کرد"

یہ اس لئے کہ صاف طور پر سلیمان بن صرد خزاعی اس ذمہ داری میں شریک ہوجائیں اور اس سے علیحدہ نہ رہیں"

کیا حقیقت کی تلاش کے لئے ایسی ہی ملمع کاریوں کی ضرورت ہوتی ہے اور تحقیق کے معنی یہی ہیں کہ آنکھ حقیقت پوشی سے کام لیا جائے۔

اسی سے ناظرین کو اندازہ ہوگا کہ مقصد کتنا کمزور ہے جو بغیر ان کارروائیوں کے پایۂ ثبوت تک پہونچایا ہی نہیں جاسکتا۔

Presented by Ziaraat.Com

یہ تھی حقیقت اس دعوے کی کہ "قاتلان حسین کے شیعہ کہنے کی بنیاد کتب شیعہ پر ہے۔"

معلوم ہو گیا کہ نہ کتب اہل سنت ہی قاتلان حسینؑ کو شیعہ بتلانے میں ہم آواز ہیں اور نہ کتب شیعہ ہی اس میں ہمساز۔ انکو شیعہ ثابت کرنے کی سعی ناکام ہے اور ہمیشہ ناکام رہے گی چاہے اس میں کتنی ہی کوشش صرف کیجائے

والحجۃ البالغۃ عند ربك والسلام۔

علی نقی النقوی عفی عنہ

۱۴ ذی الحجہ سنہ ۱۳۵۱ھ